جلد ۱۵ ھجرت ۱۳۵۳ ھش شمارہ ۵

مئی ۱۹۷۴ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ہجرت ۱۳۵۳ ہش

ربیع الثانی ۱۳۹۴ ہجری مئی ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر
غلام باری سیف

قیمت سالانہ آٹھ روپے | فی پرچہ پچھتر پیسے

فہرست مضامین

ناشر . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت . . . . دفتر ماہنامہ انصاراللہ

دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۱۵ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۵
ہجرت ۱۳۵۳ ہش

(۱)

جب رسولِ خدا نے پکارا

اُحد کے روز مسلمان کفار کو شکست دے چکے تھے۔ قریش کے علمبردار ایک ایک کرکے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جا چکے تھے اور ان کا جھنڈا زمین پر گر چکا تھا۔ مسلمان کفار کی صفوں کو چیر کر ان کی عورتوں تک پہنچ گئے تھے۔ لشکر کفار میں بھگدڑ مچ چکی تھی۔ میدان قریباً صاف ہو گیا تھا کہ مسلمانوں سے ایک غلطی ہوگئی۔ عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کو فتح ہوگئی ہے اس درہ کو خالی کر دیا جس کی حفاظت پر ان کو مامور کیا گیا تھا۔ خالدؓ بن ولید جو اس دن کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے انہوں نے اس درہ پر حملہ کیا۔ عکرمہؓ نے بھی خالدؓ کی پیروی کی۔ چند مسلمان جو درہ پر رہ گئے تھے شہید ہوئے اور کفر کے غیر متوقع حملے سے مسلمانوں کی صفوں میں ابتری پھیل گئی۔ اور نوبت بانیجا رسید کہ سرورِ کائنات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن شہاب کے ایک پتھر سے زخمی ہو گئے۔ دوسرا پتھر ابن قمیہ کا آپ پر پڑا جس سے مغفر کی کڑیاں آپ کے رخسار میں پیوست ہو گئیں۔ حضورؐ کے اردگرد گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ جاں نثار حضورؐ کے اردگرد پروانوں کی طرح گر رہے تھے۔ ابوطلحہؓ انصاری تیر کمان لے کر دشمنوں کے تیروں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے تھے۔ ابودجانہؓ نے اپنا جسم حضورؐ پر جھکا دیا تھا اور پشت پر تیر لے رہے تھے کہ مبادا کوئی تیر حضورؐ کو نہ لگ جائے۔ اس وقت جب قریش کا حملہ زوروں پر تھا حضورؐ نے فرمایا من یشتری لنا نفسہ۔ کون ہمارے لئے جان قربان کرے گا۔ یہ سنا تو چھ انصاری زیاد بن سکن کی قیادت میں آگے بڑھے۔ اور ایک ایک کرکے حضورؐ کے سامنے اپنی جانوں کی قربانی پیش کر دی۔ سب سے آخر قربان ہونے والے زیاد بن سکن تھے۔ بعض نے ان کا نام عمارہ بن زیاد بن سکن بیان کیا ہے۔ اگر یہ درست ہو تو پھر عمارہ بیٹا تھا اور زیاد باپ دونوں اُحد میں رسولِ خداؐ پر قربان ہو گئے لیکن ابن ہشام

میں ہشام بن کلبی سے یہ روایت ہے کہ عمارہ بیٹا بدر میں شہید ہوا اور زیاد باپ اُحد میں۔ بہرحال اس میں تو اتفاق ہے کہ دونوں باپ بیٹا اسلام پر قربان ہوگئے۔ وہ زخموں سے نڈھال تھے حضور نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ۔ لوگ انہیں اٹھا کر حضور کے سامنے لائے۔ ابھی کچھ رمق باقی تھی۔ اس جاں فروش کو جب حضور کے قدموں میں رکھا۔ اس فدائی نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے گال حضور کے قدموں پر رکھ کر جان دے دی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

اللہ! اللہ! کیا ذوق تھا خدا کے رسول نے پکارا تو ہتھیلی پر جان رکھ کر آ گئے۔ اور ایک کے بعد دوسرا قربان گاہ پر سر رکھتا چلا گیا۔ اور اس کا کیا ذوق تھا کہ آخری وقت سر اٹھا کر منہ آقا کے قدموں پر رکھ دیا۔ یہ راہِ حق کے فدائی ہوتے ہیں۔ یہ قوم میں زندگی پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں مرتے بلکہ اپنے خون سے قوم کی آبیاری کرتے ہیں یہ زندہ جاوید ہوتے ہیں۔ یہ تاریخ ساز ہوتے ہیں۔ یہ عہد کے لئے جان دے دیتے ہیں۔ یہ پکار پر لبیک کہتے ہیں۔ یہ جانوں کی نذر پیش کرتے ہیں۔ یہ اپنے گرم خون سے جوانوں کے دل گرماتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی عظیم الشان شہادت پر جو فقرے فرمائے۔ کون شخص ہے جس کی روح ان کو سن کر لبیک و سعدیک نہیں پکارتی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اے عبداللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔
اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔"

اور شہید احمدیت مولوی نذیر احمد صاحب علی کے الفاظ کیا ہمارے کانوں میں نہیں گونجتے۔ جو انہوں نے آخری بار روانہ ہوتے وقت جامعہ احمدیہ احمد نگر میں کہے تھے کہ "ہماری قبریں تمہیں وہاں دعوت دیں گی۔ اور انگلستان میں امام مسجد لنڈن کے جواب میں کہا تھا۔ میں وہاں مروں گا۔ میں وہاں مروں گا۔

پچھلے شمارہ میں "نام کی لاج رکھنا" کے اداریہ کو پڑھ کر واہ کینٹ سے ۶۳ برس کے ایک انصاری صاحب نے ایڈیٹر کے نام لکھا:۔

"نام کی لاج رکھنا" نے چونکا دیا ؎ وقت آنے دو دیکھو ہوتا ہے کیا
انشاء اللہ ہم جان اور مال سے ؎ فرض اپنا بخوبی کریں گے ادا
سن تریسٹھ برس کا اگر ہے تو کیا
نحن انصار، انصار، انصار اللہ

جب تک خدا توفیق دیگا۔ انصار اللہ کے اداریے میں بھی ایک صحابی کی فدائیت اور اخلاص کا واقعہ لکھتا رہوں گا

۲

اور کارواں چلتا رہا۔

پچاس برس ہوئے حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے لدھیانہ کی سرزمین سے چند حواریوں کو ساتھ لے کر ایک سفر کا آغاز کیا۔ وہ خدا سے دعا کرتے تھے ؎ دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ

مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

اسلام کی کیا تڑپ وہ رکھتے تھے۔ ان کا دل کس طرح گداز ہوتا تھا اس کا اندازہ ان دو شعروں سے کیجئے۔ آپ نے فرمایا ؎

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت ✽ کثرتِ اعدائے ملّت قلّتِ انصارِ دیں

کہ ان دو فکروں نے میری جان کو پگھلا کر رکھ دیا ہے کہ اسلام کے دشمن بہت ہیں لیکن دین کے مددگار کم ہیں۔ اور آپ نے خدا سے التجا کی ؎

اے خدا زود آ و بر ما آبِ نصرت ہا ببار ✽ یا مرا بردار یا رب زیں مقامِ آتشیں

اے خدا جلد آ اور ہم پر اپنی نصرت کی بارش برسا یا مجھے اس دنیا سے اٹھا لے۔

اسلام کی نشأۃ تو خدا کی تقدیر تھی۔ اس نے اس گداز دل کی سُن لی۔ اس نے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی سربلندی کا وعدہ فرمایا۔ اس خلاقِ ازل نے فرمایا :۔

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد

ہمارے دین کے درد سے دردمند دل! اب ناز سے چل۔ یہ مقدر ہو چکا ہے کہ محمدیوں کا قدم بلند مینار پر پڑے گا۔ اسلام کا پھریرا ہر بلندی پر لہرائے گا۔ کمزوری کے یہ دن نہیں رہیں گے۔ اسلام ابھرے گا وہ سربلند ہوگا۔ اور دین کی اشاعت کوئی آسان کام نہ تھا ؎

دعوت ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں ✽ ہر قدم پر کوہِ ماراں ہر گذر میں دشت و خار

وہ دردمند اپنے درد آشنا ساتھیوں کو لے کر اس جادہ پر رواں ہو گیا۔ مصائب کی آندھیاں آئیں۔ خطرات کے طوفان اٹھے ابتلاؤں کے جھکڑ چلے۔ فتنوں کے بگولے اٹھے لیکن وہ جری اللہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتا آگے بڑھتا گیا۔ وہ ان مصائب سے نہ گھبرایا۔ اس کا دل کیسے دہل جاتا کہ اس کا خدا بعض دفعہ ساری ساری رات اسے وحی کرتا رہتا "میں تیرے ساتھ ہوں"۔ "میں تیرے ساتھ ہوں"۔ وہ اپنے خدا کے وعدوں اور فضلوں کے سہارے آگے بڑھتا گیا۔ ان کے ایک ہم مکتب نے جو ان کے پڑوس میں بارہ میل کے فاصلہ پر رہتا تھا کہا۔ میں نے اسے بڑھایا تھا میں ہی اسے گراؤں گا۔ اس سے سارے ہندوستان

میں گھوم کر کفر کا فتوےٰ تیار کیا۔ مسیح پاک نے شہزر کا فتوےٰ سنا تو اسے مخاطب کرکے فرمایا ؎

جانم گداخت از غمِ ایمانت اے عزیز　÷　ویں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

اے عزیز میری جان تیرے ایمان کے غم میں گداز ہو رہی ہے۔ اور عجیب تماشہ ہے کہ پھر بھی میں تیرے گمان میں کافر ہوں۔ اور اسے للکار کر کہا۔ ؎

اے پئے تکفیر ما بستہ کمر　÷　خانہ ات ویران تو در فکرِ دگر

اے میری تکفیر پر کمر باندھنے والے اپنے گھر کی فکر کر وہ ویران ہوا چاہتا ہے۔

محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ جاں نثار خادم آگے بڑھتا رہا۔ اس سے کبھی ان وار کرنے والوں کو یہ بھی کہا۔ مجھے عیسائیت سے نپٹ لینے دو۔ تم ایک طرف ہو جاؤ۔ لیکن یہ تو دشمنی پر کمر باندھ چکے تھے۔ خنجر لے کر آگے بڑھے اور پے در پے وار کرتے رہے۔ کبھی آپ پر قتل کے مقدمے دائر کئے۔ کبھی بائیکاٹ کی دھمکیاں دیں۔ لیکن وہ میر کارواں ، کارواں کو لے کر آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ اس کے قافلے پر لوگ اِدھر سے اُدھر سے۔ مشرق و مغرب سے آ کر شامل ہوتے گئے۔ اُدھر قافلہ سالار کے فدائی بڑھنے لگے۔ اِدھر مخالفت تند و تیز ہوتی گئی۔ لیکن اس کے جاں نثار مخالفت کے انگاروں کو خباب بن ارت کی طرح اپنے جسم کی چربی سے ٹھنڈا کرتے رہے۔

بعض سنگسار ہوئے بعض کے گلے گھونٹے گئے۔ لیکن خبیب بن عدی کی طرح انہوں نے یہ شعر پڑھتے ہوئے قربانگاہ پر سر رکھ دیئے ؎

فلست اُبالی حین اُقتل مسلماً　　علی ای شقٍ کان للہ مصرعی
وذالک فی ذات الالہ وان یشأ　　یبارک علی اوصال شلوٍ ممزعٍ

میں پرواہ نہیں کرتا اگر میں مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں کہ میں کس پہلو گرتا ہوں اور خدائے حی و قیوم کو قدرت ہے اگر وہ چاہے گا تو میرے جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت رکھ دے گا

اور قافلہ رواں دواں ہی رہا۔ جب اس قافلہ سالار کا آخری وقت آ گیا تو قدرتِ ثانیہ ظاہر ہوئی اور قدرتِ ثانیہ کے مظاہر ایک کے بعد دوسرا اس قافلے کو لے کر آگے بڑھتا گیا۔ انہوں نے جان دے دی لیکن علم اسلام پہ آنچ نہ آنے دی اگر اعداء یہاں الجھے تو یہ دوسری جگہ جا نکلے۔ وہ تو بجلی کی طرح کبھی افریقہ کے افق پر چمکے تو کبھی یورپ کے آسمانوں پر ستاروں کی مانند چمکے۔ انہوں نے یورپ کے کفر کدوں میں لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند کیں۔ انہوں نے تثلیث کے گھروں میں توحید کے چراغ جلائے۔ سمندروں میں طوفان اٹھے۔ ہوائیں چلیں۔ بجلیاں چمکیں۔ رعد کڑکی لیکن کارواں نہ رُکا اور چلتا ہی رہا۔ کارواں میں سیالہ خام بھی شامل ہوگئے۔ گو دھے بھی۔ اور کارواں رواں دواں ہی رہا کہ خدا کی یہی تقدیر ہے۔ اس میر کارواں نے فرمایا تھا۔

"خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے۔ اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی۔ کچھ تو ان میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی۔ اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔" (الوصیۃ)

۳

اِس شمارہ میں

مسیح پاک کا نام رہتی دنیا تک رہے گا۔ وہ وقت آئے گا۔ جب آپ کا نام انسانی احترام سے لیا جائے گا اور لوگ آپ کے مقام کو پہچانیں گے۔ آپ فرماتے ہیں سے

امروز قوم من نشناسد مقامِ من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

آج میری قوم نے میرے مقام کو نہیں پہچانا۔ وہ وقت آئے گا کہ وہ رو رو کر اس اچھے وقت کو یاد کرے گی۔ مسیح پاک کی پاکیزہ زندگی کا ایک مختصر خاکہ مورخ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد کے قلم سے اس شمارہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس شمارہ میں ایک مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حافظ معین الدین کے متعلق شائع کیا جا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی آپ کے انفاخ قدسیہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک میں مسیح کی سچائی کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ آپ کی صحبت نے ان کے اندر کیا رنگ پیدا کیا۔ یہ آپ اس مضمون میں مطالعہ کریں گے۔ صحابہ کی فدائیت، صدق و صفا کا اپنا ایک انوکھا رنگ ہے۔ یہ رنگ ہم تابعین کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔

خلافت کی برکات کو ہر احمدی محسوس کرتا ہے اور اس کی برکات کو ہر آن وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ قدرتِ ثانیہ کی ۶۶ سالہ تاریخ کا ہر ورق اس کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہے۔ مجاہد احمدیت مکرم مولانا محمد منور صاحب نے برکات خلافت کے عنوان کے تحت اس رسالہ میں ایک قیمتی مضمون رقم فرمایا ہے۔ جس میں خلافت کے ہر دور کا تجزیہ فرمایا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ خلافت کے ذریعہ احمدیت و اسلام کو ترقی عطا فرما رہا ہے۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ

بہتر اسلام

عن عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما ان رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الاسلام خیرٌ قال تطعم الطعام و تقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف　　(بخاری کتاب الایمان باب ای الاسلام افضل)

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن عمرو سے اللہ ان سے اور ان کے والد عمرو سے راضی ہو بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون اسلام بہتر ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کھانا کھلا اور السلام علیکم اس کو بھی کہہ جس کو تو جانتا ہے۔ اور اسے بھی جس سے تیری جان پہچان نہیں۔

تشریح - کئی مواقع پر حضور نے السلام علیکم کہنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن سلام سے روایت ہے کہ حضور مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلی تاکید بھی آپ نے یہی فرمائی تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر تو السلام علیکم کہے تو دس نیکیاں اگر ساتھ ورحمۃ اللہ کہے تو بیس نیکیاں۔ اگر وبرکاتہ بھی ساتھ کہے تو تیس نیکیاں تیرے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ اب اندازہ کیجئے کہ راہ چلتے چلتے ہر ایک کو السلام علیکم کہہ کر ہم کتنی نیکیاں اکٹھی کر سکتے ہیں۔

ایک موقعہ پر ایک صحابی نے دوسرے کو حدیث سنائی کہ جنازہ پڑھنا اور اس کے ساتھ جانے سے اُحد پہاڑ جتنا ثواب ملتا ہے۔ تو دوسرے صحابی نے کہا تم نے پہلے کیوں یہ حدیث نہ سنائی۔ نجانے ہم کتنے اُحد پہاڑ کے برابر ثواب ضائع کر چکے۔ قرآن میں آیا السلام علیکم جنتیوں کا شعار ہے۔ آئیے السلام علیکم کی عادت پیدا کر کے اپنے معاشرہ میں جنت کی فضائیں قائم کریں۔ دیکھئے اس السلام علیکم نے آپ کے ایک امریکن بھائی کے دل پر کیا اثر کیا۔ اس جلسہ سالانہ پر امریکہ سے آنے والے ہمارے ایک احمدی بھائی الحاج عبدالرحیم ظفر نے واپس جا کر جن تاثرات کا اپنی جماعت میں اظہار کیا۔ اس میں انہوں نے فرمایا۔

"جلسہ سالانہ کے چند ایام میں جو انہوں نے ربوہ میں گزارے انہیں اتنی بار السلام علیکم کہنے اور سننے کا موقعہ ملا جتنا ان کو ساری زندگی بھر میں میسر نہیں آیا۔ اخوت و محبت کے نظارے جو وہاں نظر آئے۔ ان کی مثال کسی اور جگہ نہیں مل سکتی۔"　　(تحریک جدید ماہ اپریل ۱۹۷۲ء)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اگر کوئی نجات چاہتا ہے

خلیفۂ وقت نے احباب کو وقفِ زندگی کی طرف بلایا ہے۔ یہ آواز نئی نہیں۔ سنئے مسیح پاک فرماتے ہیں:۔

"پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا۔ تب بھی مَیں اسلام کی خدمت سے نہیں رُک سکتا۔ اس لئے مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیّت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے وہ اللہ کیلئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس فکر اور کوشش میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی روح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْن۔ جبتک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا۔ خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی نہیں پاسکتا۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔" (ملفوظات جلد ۲ ص۱۰۰)

(عربی کلام امام الزمان)

فَيَا عَجَبًا مِنْ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ

(قرآن کا حُسن و جمال عجیب تر ہے)

كِتَابٌ كَرِيْمٌ حَازَ كُلَّ فَضِيْلَةٍ　　　وَيُسْقِىْ كُؤُسَ مَعَارِفٍ وَّيُوَفِّرُ

قرآن مجید قابل تعظیم کتاب ہے اور تمام فضیلتوں کی جامع ہے　　　یہ کتاب معارف کا جام پلاتی ہے اور بہت بہتیں کرتی

وَفِيْهِ رَأَيْنَا بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى　　　وَفِيْهِ وَجَدْنَا مَا يُقِيْ وَيُبَصِّرُ

اس میں ہم نے ہدایت کے کھلے نشان دیکھے ہیں۔ اور ہم نے اس میں وہ باتیں پائیں جو بچاتی ہیں اور بصیرت بخشتی ہیں

كَعَيْنٍ كَحِيْلٍ زُيِّنَتْ صَفَحَاتُهٗ　　　بِنَاظِرَةٍ مِّنْ عَيْنِ خُلْدٍ يَنْظُرُ

سرگیں آنکھوں کی طرح اس کے صفحات خوبصورت ہیں اور اسکی آنکھ میں بہشتی حوروں کی آنکھ والی کشش ہے۔

طَرِيٌّ طَلَاوَتُهٗ وَلَمْ تُعْفَ نُقْطَةٌ　　　لِمَا صَانَهُ اللّٰهُ الْقَدِيْرُ الْمُوَقِّرُ

اس کی تازگی تر و تازہ ہے اور ایک نقطہ بھی اس کا کم نہیں ہوا۔ اس لئے کہ خدائے قدیر و عظیم نے اسکی حفاظت کی ہے

فَيَا عَجَبًا مِّنْ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ　　　أَرٰى أَنَّهٗ دُرٌّ وَّمِسْكٌ وَّعَنْبَرُ

اس کا حُسن و جمال عجیب تر ہے۔　　　میں تو اس کو مشک، موتی اور عنبر ہی جانتا ہوں

قرآن خدائے لم یزل کی آخری اور کامل شریعت ہے۔ قرآن کو جاننے والا ہی قرآن کی تعریف میں کچھ کہہ سکتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے فارسی، عربی اور اردو نظم و نثر میں قرآن کی محبت میں بہت کچھ فرمایا۔ آپ کا یہ شعر معاند احمدیت مولوی ثناء اللہ صاحب بھی لے لے کر پڑھا کرتے تھے ؎

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے　　٭　　قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے۔

قرآن کا ہی اعجاز تھا اس پر عمل کا نتیجہ تھا کہ عرب دنیا کے معلّم بن گئے۔ جب تک انہوں نے اس کتاب سے عشق کیا اس کو حرزِ جان بنایا وہ فاتح عالم رہے۔ اور جب انہوں نے اسے چھوڑا عرش سے فرش پر آرہے۔ مسیح پاک فرماتے ہیں ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے۔

[illegible] مسلمان پھر اس عروۃ الوثقیٰ کو تھام لے۔

(کلام الامام امام الکلام)

یاد کن وقت کوچ ترکِ جہاں

(کوچ کے وقت اور دنیا کو چھوڑنے کے وقت کو یاد کر)

یاد کن وقت کوچ ترکِ جہاں
کوچ کے وقت اور دنیا کے چھوڑنے کے وقت کو یاد کر

جاں بلب خانہ پُر ز شور و فغاں
کہ تو جاں بلب ہوگا اور گھر میں آہ و فغاں کا شور ہوگا

زن بنالد بدیدۂ خوں بار
تیری عورت خون کے آنسوؤں سے روتی ہوگی۔

پسرے گریہ از پسِ دیوار
اور بیٹا دیوار کے پیچھے گریہ و زاری کر رہا ہوگا۔

دُخترے سر برہنہ اشک رواں
لڑکی ننگے سر آنسو بہاتی ہوگی۔

ہمہ خویشاں شدہ تنِ بے جاں
اور سب رشتہ دار مردہ کی مانند ہوں گے

ناگہاں بانگ آمد از سرِ درد
اچانک یہ دردناک آواز آئے گی۔

کہ فلاں زیں سرائے رحلت کرد
کہ فلاں شخص اس دنیا سے گزر گیا۔

چند فرزند را گزشت یتیم
یہ آواز آئے گی کہ اتنے بچوں کو یتیم چھوڑ گیا

بیوہ بے چارہ ماندہ با صد بیم
اور بے چاری بیوہ سینکڑوں دکھ اٹھانے کیلئے رہ گئی

ایں مآل است عیش دنیا را
دنیا کی زندگی کا یہ انجام ہے۔

گر نہ دانی بپرس دانا را
اگر تجھے خبر نہیں تو کسی عقلمند سے ہی پوچھ لے

(نزول المسیح صفحہ ۹۷)

آخرت کا تصور انسان کو کشاں کشاں خدا کے دروازے پر لے آتا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ حضرت مسیح پاک نے ان اشعار میں کھینچا ہے۔ قرآن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یوم یفر المرء من اخیہ و امہ و ابیہ و صاحبتہ و بنیہ۔ اس دن نہ بھائی بھائی کے کام آسکے گا۔ نہ ماں باپ کسی کام آسکیں گے۔ نہ بیوی اور بیٹے کوئی دکھ بٹا سکیں گے۔ یہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ صرف اعمال ساتھ جائیں گے۔ سکندر جس کی فتوحات کی دنیا میں دھوم تھی اس نے وصیت کی تھی کہ جاؤں تو میرے ہاتھ کفن سے باہر نکال دینا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ وہ فاتح عالم خالی ہاتھ دنیا سے گیا۔

(افاضات حضرت مصلح موعودؓ)

دل کے خون کے قطرے

"باتوں کا زمانہ گزر گیا اور اب باتوں کا زمانہ نہیں بلکہ عمل کرنے کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اب دیکھنا چاہتا ہے کہ ان بڑے بڑے وعدوں کے بعد تم کتنے قطرے خون دل کے اس کے حضور میں پیش کرتے ہو۔ دنیا کے بادشاہ موتیوں اور ہیروں کی نذریں قبول کرتے ہیں۔ مگر زمین و آسمان کا مالک اور بادشاہ یہ دیکھتا ہے کہ کتنے قطرے خونِ دل کے کوئی شخص ہمارے حضور پیش کرتا ہے۔ ہمارے خدا کے دربار میں ہیروں اور موتیوں کی بجائے خون دل کے قطرے قبول کئے جاتے ہیں۔ دنیا کی قومیں تو اس زندگی کو ہی اپنا مقصود قرار دیتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے بندوں کا اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ ان کی حقیقی اور نہ مٹنے والی زندگی اگلے جہان سے شروع ہوگی۔ اس لئے وہ موت سے نہیں ڈرتے ..... جو کام ہم نے کرنا ہے اس کے لئے سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی بھی تھوڑے ہیں اور ہمیں اسلام کی اشاعت کے لئے انہیں اس طرح قربان کرنے پڑے گا جس طرح دانے بھوننے والا بھڑبھونجا بھٹی میں پتے ڈالتا ہے .... چونکہ پتوں کی گرمی کم ہوتی ہے اور جلدی چلی جاتی ہے اس لئے بار بار پتے ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ پس جس طرح بھڑبھونجا بھٹی میں پتے ڈالتا ہے۔ اس طرح ہمیں بھی اپنے آدمی دین کی بھٹی میں ڈالنے ہوں گے۔" (مشعلِ راہ)

تاریخ احمدیت کی تلخیص

بانی سلسلہ احمدیہ کی مقدس زندگی

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے | گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار
ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند | شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں | جبکہ میں نے وحیٔ ربّانی سے پایا افتخار

(مسیح موعود)

مکرم و محترم قاضی محمد اسلم صاحب کی خواہش کی تعمیل میں خاکسار کی درخواست پر مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے بہت محنت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مبارکہ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء (ایڈیٹر)

خاندانی حالات

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مہدی موعود و مسیح موعود علیہ السلام مشہور ایرانی قبیلہ برلاس کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا خاندان ایک شاہی خاندان تھا جس کے فارسی قالب کو جناب الٰہی کی طرف سے ترکی، چینی اور فاطمی خون کا لطیف امتزاج بخشا گیا تھا۔ آپ کے مورث اعلیٰ مرزا ہادی بیگ تھے جو ۱۵۳۰ء میں اپنے خاندان کے ساتھ کش سے پنجاب داخل ہوئے۔ اور قادیان کی شمالی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جو ۱۸۰۲ء تک قائم رہی۔ جس پر بالآخر آپ کے دادا مرزا عطا محمد صاحب کے وقت سکھ قابض ہو گئے۔ اور آپ کے خاندان کو ریاست کپورتھلہ میں پناہ گزین ہونا پڑا جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں دوبارہ قادیان میں آگیا۔ اور آپ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو اپنی خاندانی ریاست میں سے پانچ گاؤں واپس مل گئے۔

ولادت۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ حضرت چراغ بی بی صاحبہ کے بطن مبارک سے ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء طلوع فجر کے بعد قادیان میں بروز جمعہ تولد ہوئے۔ حضرت مسیح ناصری کی طرح آپ کی ولادت میں بھی ندرت کا

رنگ کا تھا۔ کیونکہ آپ محی الدین ابن عربی رح کی پیشگوئی کے مطابق توأم پیدا ہوئے تھے۔

پاکیزہ بچپن، تعلیم اور زیارت مصطفیٰ

حضور فرماتے ہیں کہ اوائل ہی سے مسجد میرا مکان، صالحین میرے بھائی، ذکر الٰہی میری دولت اور خلق میرا خاندان رہا ہے۔ ایک صاحب کرامت اور ولی اللہ مولوی غلام رسول (قلعہ میاں سنگھ) نے آپ کو بچپن میں دیکھا تو بے ساختہ فرمایا کہ "اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔" ۶-۷ سال کی عمر میں آپ نے قادیان میں ایک حنفی بزرگ فضل الٰہی صاحب سے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں پڑھیں۔ تقریباً ۱۰ سال کے ہوئے تو فیروز والہ کے ایک عربی خوان اہلحدیث عالم مولوی فضل الٰہی صاحب آپ کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے۔ حضرت مولوی صاحب ایک نیک اور بزرگ عالم دین تھے۔ جنہوں نے بہت توجہ اور محنت سے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو پڑھائے۔ عمر کے سترھویں اٹھارویں سال میں بٹالہ کے شیعہ عالم مولوی گل علی شاہ صاحب سے آپ نے نحو، منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ حاصل کئے۔ اور طبی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔

دوران تعلیم آپ نے پہلی بار عالم خواب میں **محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کرسی اونچی ہوگئی ہے۔ حتیٰ کہ چھت کے قریب جا پہنچی ہے اور آپ کا چہرہ مبارک ایسا چمکنے لگا کہ گویا اس پر سورج اور چاند کی شعاعیں پڑ رہی ہیں۔

خدمت دین کی مجاہدانہ تیاری۔

حضرت اقدس علیہ السلام کو ابتدا ہی سے جناب الٰہی سے ایسا جذبہ عطا ہوا کہ آپ شروع ہی سے خلوت نشین ہو گئے تھے اور سارا سارا دن مسجد میں بیٹھ کر قرآن شریف پڑھتے اور اس کے حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کی خستہ حالی کو دیکھ کر دن رات مضطرب اور بے چین ہو جاتے تھے۔ غیرت رسول کا بے پناہ جذبہ شروع ہی سے ایسا موجزن تھا کہ ۱۶، ۱۷ برس کی عمر سے عیسائیوں کے اعتراضات جمع کرنے کی مہم شروع کر دی تھی۔

مقدمات میں راست گفتاری اور تعلق باللہ۔

اسی زمانہ میں آپ کو اپنے والد کے حکم پر ان کے مقدمات کی پیروی کرنا پڑی۔ یہ ابتلائے عظیم کم و بیش سترہ برس تک جاری رہے۔ جن میں آپ نے راست گفتاری، منکسر المزاجی اور تعلق باللہ کا ایسا بے مثال نمونہ دکھایا کہ چشم فلک نے صدیوں سے نہیں دیکھا تھا۔

سیالکوٹ میں تبلیغ اسلام کے معرکے۔

۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک آپ سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت قیام فرما رہے۔ جہاں دفتری فرائض کے بعد آپ کا پورا وقت تلاوت قرآن، عبادت گزاری، خدمت خلق اور تبلیغ اسلام میں گزرتا تھا۔ عیسائیوں نے پنجاب کو اور پنجاب میں

سے خصوصاً سیالکوٹ کو عیسائیت کے فروغ کا بھاری مرکز بنا رکھا تھا۔ حضرت اقدس نے یہاں تبلیغ اسلام اور ردّ عیسائیت کا پُر جوش محاذ کھول دیا اور خصوصاً سکاچ مشن کے بڑے نامی گرامی پادری بٹلر سے آپ کے بڑے بڑے معرکے ہوئے اس سرفروشانہ جہاد کا تذکرہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے استاد مولوی سید میر حسن صاحب سیالکوٹی کے بیانات میں بھی ملتا ہے

مناظرہ سے دستکشی اور آسمانی بشارت۔

سیالکوٹ سے واپسی کے بعد آپ پھر قادیان میں تشریف لے آئے اور خدمتِ دین وملت کی سرگرمیاں جاری کر دیں۔ ۱۸۶۸ء میں جبکہ آپ نے بٹالہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی سے محض للہ مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حنفیوں کی ہنگامہ آرائی کے باوجود قرآن مجید کو اقوال رسول سے مقدم ہونے کا اعلانِ عام کر دیا۔ تو رب ذوالجلال نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور آپ کو خبر دی کہ

"تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

قلمی جہاد کا آغاز۔

۱۸۷۲ء میں آپ نے اسلام کی تائید میں قلمی جہاد کا آغاز فرمایا۔ اور منشور محمدی (بنگلور) اور دوسرے مسلم پریس میں مضامین سپرد قلم کرنے شروع کئے۔ اندازاً ۱۸۷۳ء میں آپ نے شعر وسخن کو اشاعتِ حق کا ذریعہ بنایا۔ آپ اوائل میں فرخ تخلص کرتے تھے۔

روزوں کا مجاہدہ عظیم۔

۱۸۷۵ء میں آپ نے خدائے عزّ وجل کے ارشاد پر نو ماہ تک روزوں کا عظیم مجاہدہ کیا۔ جس میں آپ کو عالم روحانی کی سیر کرائی گئی۔ اور گزشتہ انبیاء وصلحاء اور حضرت علی و فاطمہ و حسن حسین رضی اللہ عنہم کے علاوہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی عین بیداری کی حالت میں زیارت نصیب ہوئی۔ یہ آپ ایسے عاشق رسول کا لطیفہ معراج تھا۔

کثرت مکالمات کی ابتداء۔

۲ جون ۱۸۷۴ء کو آپ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا انتقال ہوا اور ساتھ ہی بڑے زور شور سے آپ پر مکالمات ومخاطبات کا نزول شروع ہو گیا۔ اور آپ براہ راست رب العالمین کی آغوش تربیت میں آ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ آپ کے والد کے وصال کے بعد آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب (متوفی ۱۸۸۳ء) ہی پوری خاندانی جائداد پر قابض ومتصرف تھے۔ اور آپ ۷ سال تک صبر آزما عالم درویشی وفقیری میں رہے۔ مگر آپ کا ذوق تبلیغ اور جذبہ عبادت کم ہونے کی بجائے گویا بحر مواج کی شکل اختیار کر گیا۔ اور آپ ہر قسم کے دنیوی جھمیلوں سے بے نیاز ہو کر خدمتِ دین میں سرگرم عمل ہو گئے اور خصوصاً آریہ سماج پر پوری قوت سے حملہ کر دیا جس میں اسلام کو فتح ہوئی۔

براہین احمدیہ جیسی شہرۂ آفاق کتاب کی اشاعت۔

۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک آپ کے قلم مبارک سے براہین احمدیہ جیسی معرکۃ الآراء تصنیف منظر عام پر آئی جس سے برصغیر پاک و ہند میں زبردست تہلکہ مچ گیا۔ اور مسلمانانِ ہند جو عیسائیت آریہ سماج اور مغربی فلسفہ اور الحاد کے مرکب اور خوفناک حملہ سے نیم جان اور نڈھال ہو چکے تھے اسلام کے اس زبردست دفاع سے ایک نئی زندگی اور نئی طاقت محسوس کرنے لگے اور مسلمان علماء فضلاء مثلاً ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈووکیٹ اہلحدیث، حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی، اور مولانا محمد شریف صاحب بنگلوری نے اس کتاب کو ایک بے نظیر شاہکار تسلیم کیا۔ اور دشمنان اسلام کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔ اور کفر کی طاقتیں مجتمع اور منظم ہو کر آپ کے خلاف برسرِپیکار ہو گئیں۔

دعویٰ ماموریت اور نشان نمائی کی عالمگیر دعوت۔

مارچ ۱۸۸۲ء میں آپ کو ماموریت کی خلعت سے نوازا گیا۔ جس کے بعد ۱۸۸۲ء میں پھر ۱۸۸۵ء میں آپ نے دنیا بھر کے غیر مسلم لیڈروں اور راہ نماؤں کو نشان نمائی کی عالمگیر دعوت دی اور اس سلسلہ میں بیس ہزار اردو، انگریزی اشتہارات بذریعہ رجسٹری بھجوائے مگر سہ

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند　　ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

ایک نہایت مبارک خاندان کی بنیاد اور پیشگوئی مصلح موعود

۱۸۸۴ء میں دہلی کے صوفی مرتاض حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ حضرت میر ناصر نواب صاحب کی بیٹی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ آپ کے عقد میں آئیں۔ اس طرح خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے ایک مبارک اور مبشر خاندان کی بنیاد ڈالی۔ ۱۸۸۶ء میں بحکم الٰہی آپ نے ہوشیارپور میں چلہ کشی کی جس کے نتیجہ میں آپ کو اپنے مخلصین اور آپ کے خاندان کی نسبت بھاری بشارتیں ملیں نیز مصلح موعود جیسے فرزند ارجمند کی خبر دی گئی۔ جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو سیدنا محمود المصلح الموعود کے نورانی وجود کی ولادت سے پوری ہوئی۔

لدھیانہ میں بیعتِ اولٰے۔

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کا مبارک دن ہمیشہ تاریخ سلسلہ احمدیہ میں ممتاز رہے گا۔ کیونکہ اس دن حضرت صوفی احمد جان کے مکان واقعہ محلہ جدید میں پہلی بیعت ہوئی اور ۴۰ عشاقِ رسول نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا۔ اولُ المبایعین ہونے کا فخر حضرت حاجی الحرمین الشریفین مولانا حکیم نورالدین بھیروی (خلیفہ اول) کو حاصل ہوا۔

دعویٰ مسیحیت۔

۱۸۹۰ء کے آخر میں آپ پر منکشف کیا گیا "مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تُو آیا ہے۔ اس پر ۱۸۹۱ء میں آپ نے "فتح اسلام" "توضیح المرام" اور "ازالہ اوہام"

کتابیں شائع کرکے علماء کے وقت پر اتمام حجت کی۔ علاوہ ازیں لدھیانہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی سے اور دہلی میں مولوی بشیر احمد صاحب بھوپالی سے لاجواب مباحثات کئے۔ مگر علماء ظاہر پرستے اپنی قدیم روایات کے مطابق آپ کے خلاف فتویٰ کفر لگا دیا۔ البتہ علامہ حالی۔ ریاض خیر آبادی۔ سرسید احمد خان۔ مولوی سراج الدین مدیر زمیندار۔ مولانا شبلی۔ عبدالحلیم شرر۔ نواب محسن الملک مولانا محمد علی جوہر۔ مولانا شوکت علی جیسے روشن خیال مسلم عمائد اس مخالفت میں غیر جانبدار رہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جنہوں نے آپ کے خلاف تکفیر پر ہندوستان بھر کے علماء کو جمع کرکے کفر نامہ شائع کیا تھا۔ انگریزی حکومت نے ان کو چار مربع زمین سے نوازا اور زندگی کے آخری دم تک انگریزوں کے کان بھرتے رہے کہ مرزا صاحب حکومت کے باغی اور مہدی سوڈانی سے زیادہ خطرناک ہیں، برطانوی افسروں کی ان پر کڑی نگرانی رہنی چاہیئے۔ یہ حکومت کی سرپرستی ہی کا اثر تھا کہ انہوں نے اپنے رسالہ "اشاعت السنہ" میں یہ بلند بانگ دعوے کی کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو آسمان پر چڑھایا ہے اور میں ہی زمین پر گراؤں گا۔ اس کے مقابل حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا کہ سے

اے پئے تکفیر ما بستہ کمر ٭ خانہ ات ویران تو فکر دگر

خدا کے پاک مسیح کے یہ الفاظ ہولناک شکل میں پورے ہوئے وہ عبرت کا ایک دائمی نشان ہے۔

پہلا سالانہ جلسہ۔

۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو جماعت احمدیہ کا پہلا سالانہ جلسہ نماز ظہر کے بعد مسجد اقصیٰ قادیان میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے حضور کی تصنیف آسمانی فیصلہ پڑھ کر سنائی۔ اور جلسہ ختم ہوا۔ اس پہلے اجتماع میں صرف ۷۵ مخلصین شامل ہوئے۔

متعدد شہروں کا تبلیغی سفر۔

۱۸۹۲ء میں حضور نے لاہور، سیالکوٹ، کپورتھلہ، جالندھر اور لدھیانہ کا سفر اختیار کرکے حق و اشاعت کی آواز پنجاب بلکہ ملک کے کونہ کونہ تک پہنچا دی۔ اگلے سال حضور اسی غرض سے فیروز پور بھی تشریف لے گئے۔ نیز امرتسر میں عیسائیوں سے ایک فیصلہ کن مباحثہ بھی کیا۔ جس کی بازگشت انگلستان میں بھی سنائی دی گئی۔ چنانچہ لارڈ بشپ نے پادریوں کی عالمی کانفرنس میں اس خطرہ کا اظہار کیا۔ کہ اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں اور ہندوستان کی برطانوی مملکت میں محمدؐ کو پھر دیسی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔

ملکہ وکٹوریہ کو دعوت اسلام

۱۸۹۳ء میں آپ نے آئینہ کمالات اسلام کے نام سے ایک پُر معارف کتاب لکھی جس میں ملکہ وکٹوریہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جس پر حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف جیسے اہل اللہ نے خراج تحسین ادا کیا۔ جون ۱۸۹۷ء میں ملکہ کی جوبلی ہوئی اس تقریب پر آپ نے نہ صرف ملکہ کو دوبارہ دعوت اسلام دی بلکہ انگلستان میں ایک جلسہ اعظم

کی تجویز بھی پیش فرمائی۔

مکہ مکرمہ میں مسیح موعودؑ کی آمد کے چرچے

فروری ۱۸۹۴ء میں آپ نے حمامۃ البشریٰ شائع کی جو عالم اسلام میں خصوصاً اور دوسرے بلاد عربیہ میں عموماً کثرت سے پھیلائی گئی۔ اور ہر طبقہ میں آپ کا ذکر پہنچ گیا۔ ایک خدائی تصرف یہ ہوا کہ انہی دنوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق رمضان میں مجوزہ تاریخوں پر چاند اور سورج کو گرہن ہوا جس سے سعید روحوں میں زبردست جنبش پیدا کردی۔ ۱۸۹۵ء میں مغربی دنیا نے بھی یہ نشان دیکھا۔ اور آپ کی سچائی پر آسمانی مہر لگ گئی۔

تین اہم انکشافات

۱۸۹۵ء کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس سال آپ نے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے تین ایسے علمی انکشافات فرمائے جن سے اسلام کی فتح کے نقارے بجنے لگے چنانچہ آپ نے زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ ۱۔ عربی زبان ام الالسنہ ہے۔ ۲۔ حضرت مسیح کی قبر محلہ خانیار میں ہے ۳۔ سکھ تحریک کے بانی گورو نانک مسلمان تھے۔

تحفظ ناموس رسول کے لئے آئینی تحریک

اسی سال آپ نے تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۸ کی توسیع کا مطالبہ کیا اور تحفظ ناموس کے لئے ایک آئینی تحریک اٹھائی جس کا مسلمان حلقوں میں زبردست خیر مقدم کیا گیا۔ اور نواب محسن الملک نے اسے خوب سراہا۔

تعطیل جمعہ کی تحریک۔

یکم جون ۱۸۹۶ء کو آپ نے وائسرائے ہند کے نام اشتہار شائع کیا کہ مسلمان ملازمین کو جمعہ کے روز تعطیل دی جائے کہ یہ مقدس دن اسلامی شعار کی حیثیت رکھتا ہے۔

جلسہ مذاہب عالم لاہور۔

دسمبر ۱۸۹۶ء کے آخری ہفتہ میں لاہور کے اندر ایک مذاہب عالم کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ نے اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کردیا۔ آپ نے اسلامی اصول کی فلاسفی کے عنوان سے ایک بصیرت افروز مضمون لکھا۔ جسے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوش الحانی سے سنایا۔ آپ نے قبل از وقت بذریعہ اشتہار پیشگوئی فرمائی کہ یہ مضمون بالا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا اور اسلام کو آپ کے ہاتھوں فتح عظیم نصیب ہوئی جس کا اعتراف اردو اور انگریزی پریس نے بھی کیا۔

قتل لیکھرام۔

۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو مشہور دشنام رسول لیکھرام پشاوری آپ کی پیشگوئی کے عین مطابق "بُرّانِ محمدؐ" سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا۔ آریہ سماجیوں نے اس پر سخت طوفان بدتمیزی اٹھایا۔ مگر آپ نے تحدی کے ساتھ ثابت کیا کہ

اسلام اور آریہ مذہب کا عدالت ملے کی درگاہ میں رسول سے ایک مقدمہ دائر تھا اس کا آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے اجلاس میں اس عدالت نے مسلمانوں کے حق میں ایسی ڈگری دی جس کی نہ کوئی اپیل ہے نہ مرافعہ۔

مقدمہ اقدام قتل اور آپ کی بریت۔

اسی سال عیسائیوں نے ہندوؤں اور دوسرے مخالف علماء سے مل کر آپ کے خلاف مقدمہ اقدام قتل کی سازش کی۔ عیسائیوں کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کے خلاف گواہی دی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ڈگلس (جج) پر اصل حقیقت کھول دی۔ اور اس نے آپ کو باعزت طور پر بری کردیا نیز کہا کہ ڈاکٹر کلارک پر آپ مقدمہ چلانے کے مجاز ہیں۔ مگر حضور نے فرمایا۔ "میں کسی پر مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔"

اگلے سال ۱۸۹۸ء میں آپ کے مخالفین نے اپنی ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے آپ کے خلاف مقدمہ کردیا لیکن اس میں بھی آپ کی بریت ہوئی اور مخالفت کا متحدہ محاذ ناکام و نامراد رہا۔ علاوہ ازیں مرکز احمدیت میں تعلیم الاسلام سکول کی بنیاد پڑی اور البلاغ۔ ایام الصلح۔ ضرورت الامام۔ نجم الہدیٰ۔ کتابیں تالیف ہوئیں اور اکثر شائع بھی ہوگئیں۔ جن سے جماعت کے اثر و نفوذ میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔ ۱۸۹۹ء میں آپ نے تریاق القلوب۔ ستارہ قیصریہ۔ اور مسیح ہندوستان میں جیسی عظیم الشان کتابیں لکھیں۔

مقدمہ دیوار۔

تحریک احمدیت کے بیرونی دشمنوں کی جدوجہد کے بے نتیجہ ثابت ہونے کے بعد آپ کے جدی بھائیوں نے ۱۹۰۰ء میں آپ کے الدار کا محاصرہ کرنے اور تحریک کو مٹانے کے لئے ایک دیوار کھینچ ڈالی جس سے احمدیوں پر عرصۂ حیات تنگ ہوگیا۔ فحمدہٗ الٰہی اللہ و اصحابہ کا یہ قیامت خیز دور لمبے مقدمات کے بعد ۱۲ اگست ۱۹۰۱ء کو ختم ہوا جبکہ سرکاری عدالت کے فیصلہ کے مطابق یہ دیوار گرادی گئی۔ مصائب اور فتن کے ان پر آشوب دنوں میں آپ برابر قلمی جہاد میں مصروف رہے چنانچہ تحفہ غزنویہ شائع کی۔ اسی زمانہ میں خطبہ الہامیہ کا زبردست علمی نشان ظہور پذیر ہوا جس نے آپ کی حقانیت کو مہر نیم روز کی طرح روشن کردیا۔ علمی و ادبی قابلیت کی دھاک بٹھادی۔

بشپ کو شکست فاش۔

مئی ۱۹۰۰ء میں حضور نے بشپ جارج الفریڈ لیفرائے کو "معصوم نبی" کے موضوع پر بحث کرنے کے لئے للکارا مگر اسے خدا کے بطل جلیل کے مقابلہ پر میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ "انڈین سپیکٹیٹر" نے بشپ کے اس فرار پر زبردست تنقید کی۔ اور اسلام کو ایک بار پھر عیسائیت پر فتح عظیم نصیب ہوئی۔

اعجاز المسیح اور تحفہ گولڑویہ کی تصنیف و اشاعت۔

۲۸ اگست ۱۹۰۰ء کو حضور نے گولڑہ شریف کے مشہور سجادہ نشین مہر علی شاہ صاحب کو تفسیر نویسی کی دعوت دی

پیر صاحب تو یہ دعوت ٹال گئے۔ مگر حضور نے ان پر دوسرے رنگ میں اتمام حجت کی۔ چنانچہ ایک تو "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۂ فاتحہ کے نام سے عربی میں الہامی تفسیر شائع فرمائی اور بلاد عرب و عجم میں اس کی خوب اشاعت کی۔ دوسرے تحفہ گولڑویہ کے نام سے ایک مبسوط کتاب شائع کی جس میں اپنی سچائی کے ناقابلِ تردید دلائل تحریر فرمائے۔ اس کتاب پر بھی آپ نے انعام دینے کا اعلان فرمایا۔ مگر وہ عمر بھر اس کا جواب دینے سے قاصر رہے۔

فرقہ احمدیہ کا نام

۱۹۰۱ء میں سرکاری طور پر مردم شماری ہونے والی تھی اس لئے آپ نے ۴؍نومبر ۱۹۰۰ء کو اشتہار دیا کہ آنحضرتؐ کا جمالی اسم مبارک احمد تھا اسی مناسبت سے جماعت کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جاتا ہے۔ "تا اس نام کو سنتے ہی ہر شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی و صلح پھیلانے آیا ہے۔"

مخالف علماء کو مصالحت کی پیشکش۔

۵؍مارچ ۱۹۰۱ء کو آپ نے بذریعہ اشتہار مخالف علماء کو صلح کی مخلصانہ پیشکش کی کہ فریقین سخت زبانی سے پرہیز کرنے اور تہذیب و شائستگی کا التزام کرنے کا معاہدہ کریں۔ اور میں اپنی جماعت کے اہلِ قلم کی طرف سے اس کی پابندی کا انتظام کروں گا۔ افسوس علماء زمانہ نے امامِ وقت کی یہ دعوت نہایت بے دردی سے ٹھکرا دی اور کہا کہ جب تک مرزا صاحب اپنی سب کتابوں کو نذرِ آتش کر کے اپنی دعوت پر علماء سے معافی نہ مانگیں صلح نہیں ہو سکتی نیز ادعا کیا کہ مصالحت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ خدا اس فرقہ ابوجہلیہ و طائفہ احمقیہ کو مسیلمہ کذاب، اسود عنسی کے اتباع کی طرح صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دے گا۔

ریویو آف ریلیجنز کا اجراء۔

۱۹۰۲ء میں آپ کے حکم سے اردو اور انگریزی میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری کیا گیا جس سے مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کا نیا دور شروع ہوا۔ اس رسالہ نے اسلامی انقلاب کا ماحول پیدا کر دیا۔ کونٹ ٹالسٹائی اور یورپ و امریکہ کے بعض دوسرے چوٹی کے غیر مسلم مفکرین اس کے مضامین پڑھ کر اسلام کے پاک اصولوں کی عظمت کے قائل ہونے لگے

مرکزِ احمدیت کے دوسرے اخبارات و رسائل۔

مرکزِ احمدیت سے اب تک صرف اخبار الحکم (۱۸۹۸ء) سے جاری تھا۔ لیکن ریویو آف ریلیجنز کے اجراء کے کئی ماہ بعد اکتوبر ۱۹۰۲ء سے البدر کے نام سے دوسرا ہفت روزہ بھی چھپنے لگا۔ ان دونوں اخبارات کو حضرت مسیح موعود نے اپنے دست و بازو قرار دیا۔ اور یہ زمانۂ مسیح موعود کی تاریخ کے اکثر و بیشتر امین و پاسبان ثابت ہوئے۔ یکم مارچ ۱۹۰۶ء سے رسالہ تشحیذ الاذہان نکلنے لگا جس سے اندرونِ ملک احمدی علم کلام کی دھوم مچ گئی۔ اسی سال رسالہ تعلیم الاسلام بھی قادیان سے نکلنا شروع ہوا جس کی اصل غرض تفسیر قرآن تھی۔

جماعت کی حیرت انگیز ترقی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے علم پاکر قبل از وقت یہ بتا دیا تھا کہ ملک طاعون کی لپیٹ میں آنے والا ہے اور اس مصیبت سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی مخلص جماعت کو خارق عادت طور پر محفوظ رکھے گا چنانچہ ۱۹۰۲ء میں طاعون نے ہر طرف ایک قیامت برپا کردی۔ لیکن مخلصین جماعت اور بالخصوص آپ کا "الدار" اس کے حملہ سے بالکل محفوظ رہا۔ خدا تعالیٰ کے اس معجزانہ سلوک کو دیکھ کر بے شمار سعید روحیں آپ پر ایمان لے آئیں۔ "دافع البلاء" اور "کشتی نوح" اسی دور کی یادگار تصانیف ہیں۔

"اعجاز احمدی"

۸ سے ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء یعنی صرف چار دن میں آپ نے مباحثہ مد امرتسر کے جواب میں آپ نے ایک مضمون اور ایک اعجازی عربی قصیدہ لکھا اور ۱۵ نومبر کو شائع کیا اور اس کا نام اعجاز احمدی رکھا۔ جس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے علماء کو دعوت دی کہ اگر وہ بھی پانچ دنوں میں ایسا عربی قصیدہ مع اسی قدر اردو مضمون کے شائع کردیں تو میں بلا توقف ان کو دس ہزار روپیہ دے دوں گا۔ مگر ساتھ ہی یہ پیشگوئی فرمائی کہ یہ کبھی نہ ہو سکے گا۔

"خدا تعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دے گا اور ان کے دلوں کو غبی کر دے گا"

چنانچہ حضرت سلطان القلم کی یہ پیشگوئی لفظاً لفظاً پوری ہوئی۔

مقدمات کا نیا سلسلہ۔

۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۵ء تک آپ کو مقدمات کے ایک نئے سلسلہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو جہلم کا سفر کرنا پڑا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو زبردست مقبولیت بخشی۔ اور ہزاروں لوگ آپ کی جماعت میں داخل ہوئے۔ جہلم کے مقدمہ میں بریت ہوئی۔ مگر جلد ہی مولوی کرم دین آف بھیں نے جہلم کی عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا جو کہ جون ۱۹۰۳ء میں منتقل ہو کر گورداسپور میں ایک متعصب آریہ چندو لال کی عدالت میں آگیا۔ آریوں نے جو قتل لیکھرام کے بعد آپ کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور چندو لال سے مل کر آپ کی قید کا دوبارہ منصوبہ بنایا۔ مگر لالہ چندو لال تو بالآخر خدا کی قہری تجلی کا شکار ہوا۔ اور آپ ہائیکورٹ میں باعزت طور پر بری کر دیئے گئے۔ یہ ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے۔

منارۃ المسیح کی بنیاد۔

۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ حضور نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تکمیل کے لئے منارۃ المسیح کا سنگ بنیاد رکھا جس کی تکمیل خلافت ثانیہ کے اوائل میں ہوئی۔

ڈوئی اور پگٹ سے متعلق جلالی پیشگوئیاں۔

ان دنوں امریکہ میں ڈوئی اور یورپ میں پگٹ نے دعوے پیغمبری کر رکھا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبل از وقت ان کی تباہی کی خبر دی جو ایسی شان سے پوری ہوئی کہ پوری عیسائی دنیا دنگ رہ گئی۔ ڈوئی پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ کی آنکھوں کے سامنے بڑے دکھ اور حسرت سے ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو دنیا سے کوچ کر گیا۔ اسی طرح پگٹ بھی کچھ عرصہ گوشہ گمنامی میں رہ کر اور اپنی ناکامی کا عبرتناک نظارہ دیکھ کر ہمیشہ کے لئے معدوم ہو گیا۔

تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح

۲۸ مئی ۱۹۰۳ء کو قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح ہوا۔ اس تقریب پر حضور بیماری کے باعث بنفس نفیس تشریف نہ لا سکے مگر آپ نے بیت الدعا میں اس کالج کے لئے بہت دعا کی جس کی قبولیت پر تعلیم الاسلام کالج ایک زندہ اور مجسم برہان ہے۔

تین سو سال میں غلبہ احمدیت کی پیشگوئی۔

۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کو حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کابل میں شہید کر دیئے گئے۔ جس پر حضور نے تذکرۃ الشہادتین تصنیف فرمائی اور اس میں نہایت درد سے حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب اور حضرت شہید مرحوم کے دردناک واقعہ شہادت کی تفصیل لکھی۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اے عبد اللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی صدق کا نمونہ دکھایا"

نیز یہ پُر شوکت پیشگوئی فرمائی کہ تین صدیوں کے اندر تمام دنیا میں احمدیت غالب ہو جائے گی چنانچہ فرمایا:۔

"دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔

ملک کے اہم شہروں میں ایمان افروز لیکچر۔

حضرت اقدس نے ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لاہور اور ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ کے پبلک جلسوں سے ایمان افروز خطاب فرمایا۔ اگلے سال اکتوبر ۱۹۰۵ء میں آخری سفر دہلی کیا۔ جس میں اہل دہلی کو پیغام حق پہنچا۔ واپسی پر آپ کے لدھیانہ میں ۶ نومبر کو اور امرتسر میں ۹ نومبر کو لیکچر ہوئے۔

قرب وصال کے الہامات۔

آپ کو اکتوبر دسمبر ۱۹۰۵ء میں بذریعہ رویا و الہامات یہ خبر دی گئی کہ آپ کا زمانہ وفات قریب ہے جس پر آپ نے

دسمبر ۱۹۰۵ء میں رسالہ الوصیت رقم فرمایا۔ اور اس میں اپنی جماعت کو اہم نصائح فرمائیں۔

نظام خلافت کی خبر۔

اس رسالہ میں آپ نے خاص طور پر یہ خبر دی کہ قدرتِ ثانیہ یعنی خلافت کا قیام میرے بعد قیامت تک قائم رہے گا۔

بہشتی مقبرہ اور صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد۔

رسالہ الوصیت کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے آپ نے ایک بہشتی مقبرہ بھی قائم کیا۔ اور اس کی آمد کو اشاعت اسلام کے اغراض پر خرچ کرنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد رکھی اور سلسلہ کی مالی اور انتظامی ذمہ داریاں اس کے سپرد کیں۔

مدرسہ احمدیہ کا قیام۔

صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ ہی مدرسہ احمدیہ کی داغ بیل دینیات کلاس کی شکل میں ڈال دی گئی۔ جو پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے وابستہ تھی۔ پھر خلافت اولےٰ میں ایک مستقل تعلیمی ادارہ میں بدل گئی۔ اور جس کے فرزندوں نے آگے چل کر عالمی سطح پر تبلیغی خدمات سرانجام دیں اور دے رہے ہیں۔ جماعت کے دو ممتاز عالم حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی اسی سال انتقال فرما گئے تھے اور قوم میں زبردست خلا پیدا ہو گیا تھا۔ اس خلا کو پُر کرنے اور آئندہ علماء پیدا کرنے کے لئے اس مدرسہ کی ضرورت پڑی۔

حقیقۃ الوحی کی تصنیف و اشاعت۔

۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دورِ مسیحیت کی سب سے جامع اور ضخیم کتاب "حقیقۃ الوحی" شائع ہوئی۔ جس کے ساتھ فصیح و بلیغ عربی میں ایک رسالہ "الاستفتاء" بھی شامل کیا جس میں فقہائے ملت خیر الانام کو ان آسمانی تائیدات کی طرف توجہ دلائی۔ جو ہر لحظہ آپ کے شامل حال ہیں۔

وقف زندگی کی پہلی تحریک۔

اب جماعت احمدیہ کا حلقہ تبلیغ روز بروز وسیع ہو رہا تھا۔ اس لئے حضور نے ستمبر ۱۹۰۷ء میں وقف زندگی کی پہلی عام تحریک فرمائی جس پر متعدد نوجوانانِ احمدیت نے کمال ذوق و شوق سے لبیک کہا۔

حضرت مضمون آریہ سماج کانفرنس میں۔

آریہ سماج لاہور نے دسمبر ۱۹۰۷ء میں اپنے جلسہ سالانہ کے ساتھ ایک مذہبی کانفرنس کی جس میں حضرت اقدس مسیح موعود کا ایک پُر معارف مضمون بھی پڑھا گیا۔ جو سرتاپا امن و آشتی تھا مگر افسوس یہ شکال آریہ سماجی نمائندہ نے اپنی تقریر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نہایت شوخی اور بے باکی سے گالیاں دیں۔ حضرت اقدس کو علم ہوا تو آپ نے اس مجلس میں بیٹھنے والے احمدیوں پر انتہائی خفگی کا اظہار کیا اور فرمایا

"تمہیں اسی وقت کھڑے ہوجانا چاہیئے تھا اور اس ہال سے باہر نکل آنا چاہیئے تھا اور اگر وہ تمہیں نکلنے کے لئے راستہ نہ دیتے تو پھر ہال کو خون سے بھرا ہوا ہونا چاہیئے تھا۔"

حضور نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ "چشمۂ معرفت" کے نام سے ایک لاجواب کتاب لکھی جس کے شروع میں بدباطن آریہ نمائندہ کے اعتراضات کا مسکت جواب لکھا۔ اور علم و معرفت کے دریا بہا دیئے۔ آخر میں اپنا اصل مضمون بھی شائع کیا تا موازنہ ہوسکے کہ آپ کے پیش فرمودہ پاک خیالات کے مقابل آریوں نے کس درجہ بے شرمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو اشاعت پذیر ہوئی۔

آپ کی زندگی کا آخری جلسہ سالانہ

۲۶۔۲۷۔۲۸ دسمبر ۱۹۰۷ء کو آپ کی زندگی کا آخری جلسہ سالانہ منعقد ہوا جس میں آپ نے دو تقاریر فرمائیں۔ جو نہایت بیش قیمت ہدایات پر مشتمل تھیں۔ جلسہ کے پہلے دن حضور سیر کو باہر تشریف لائے۔ تو پروانوں کا ہجوم اُمڈ آیا جسے دیکھ کر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے بے ساختہ کہا۔ "لوگ بے چارے سچے ہیں کیا کریں، تیرہ سو سال کے بعد ایک نبی کا چہرہ دنیا میں نظر آیا ہے۔"

فنانشل کمشنر پنجاب کی حضرت سے ملاقات

۱۲ مارچ ۱۹۰۷ء کی صبح کو سر جیمز ولسن صاحب فنانشل کمشنر پنجاب ایک دن کے دورہ پر قادیان آئے اور ایک کھلے کیمپ میں قیام کیا اور حضور سے ملاقات کی خواہش کی۔ چنانچہ حضور پانچ بجے شام اپنے بعض خدام کے ساتھ تشریف لے گئے دوران ملاقات فنانشل کمشنر صاحب کو خوب کھول کھول کر اسلام کی خوبیاں بتائیں اور واضح فرمایا کہ دین اسلام دلائل قویہ اور نشانات آسمانی سے پھیلا ہے۔ اور اسی سے آئندہ پھیلے گا اور جو جنگیں اسلام میں ہوئیں وہ سب دفاعی تھیں۔ اسلام کا تلوار سے پھیلنے کا عقیدہ غلط اور مخالفوں کی اختراع ہے۔ کمشنر صاحب نے بعض دنیاوی باتیں کرنا چاہیں تو حضور نے فرمایا:۔

"آپ دنیاوی حاکم ہیں۔ خدا نے ہمیں دین کے لئے روحانی حاکم بنایا ہے۔ جس طرح آپ کے وقت کاموں کے لئے مقرر ہیں۔ اسی طرح ہمارے بھی کام مقرر ہیں۔ اب ہماری نماز کا وقت ہے۔ یہ کہہ کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس تشریف لے آئے۔"

آخری سفر لاہور۔

چشمۂ معرفت کی تصنیف اور بعض دوسری مسلسل علمی و دینی مصروفیات کے باعث آپ کی صحت تشویشناک طور پر گر چکی تھی کہ آپ ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے اور احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قیام فرما ہو کر تقاریر و نصائح کا آغاز کر دیا۔ یہ حضور کا آخری سفر تھا جس میں شہزادہ سلطان ابراہیم صاحب، مسٹر محمد علی صاحب جعفری۔ پروفیسر کلمنٹ ریگ، مسٹر فضل حسین اور بہت سی دوسری نامور شخصیات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کی زبان مبارک سے مقدس کلمات سننے کی سعادت پائی۔

۱۷ مئی کو آپ نے ایک پبلک جلسہ میں رؤسائے لاہور کو تبلیغ فرمائی جس سے وہ ازحد متاثر ہوئے۔ ۲۵ مئی کو حضور نے آخری پُرجلال تقریر فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ تھے۔

"عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔"

پیغام صلح۔

قیام لاہور میں حضور نے دو قومی نظریہ کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالنے اور مسلمانوں اور ہندوؤں کو اتحاد و اتفاق سے رہنے کے لئے ایک رسالہ "پیغام صلح" تصنیف فرمایا جس میں صاف لفظوں میں یہ بھی واضح فرمادیا کہ:-

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کرسکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کرسکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔"

وصالِ مبارک۔

حضور کی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اس آخری سفر لاہور سے قبل قادیان میں خواب دیکھا کہ:-

"میں نیچے اپنے صحن میں ہوں اور گول کمرہ کی طرف جاتی ہوں تو وہاں بہت سے لوگ ہیں جیسے کوئی خاص مجلس ہو۔ مولوی عبدالکریم صاحب دروازے کے پاس آئے اور کہا بی بی جاؤ اباسے کہو کہ رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ تشریف لائے ہیں آپ کو بلاتے ہیں۔ میں اوپر گئی اور دیکھا کہ پلنگ پر بیٹھے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت تیزی سے لکھ رہے تھے۔ اور ایک خاص کیفیت آپ کے چہرے پر ہے پُرنور اور پُرجوش، میں نے کہا آبا مولوی عبدالکریمؓ کہتے ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے لکھتے لکھتے نظر اٹھائی اور مجھے کہا کہ جاؤ کہو یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا۔"

اس آسمانی خبر کے عین مطابق ۲۵ مئی کی شام کو "پیغام صلح" کا مضمون ختم ہوا اور اگلے روز صبح نو بجے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ اور آپ اپنے آقا و مولا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوگئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت حضور کی عمر مبارک سوا تہتر سال کے قریب تھی۔ دن منگل کا تھا اور شمسی تاریخ ۲۶ مئی (۱۹۰۸ء) تھی جو ایک جدید تحقیق کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال بھی ہے۔

خدا نما اخلاق و شمائل۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:-

"میں نے آپ کو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ۲۷ سال کا جوان تھا۔ مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپ سے بہتر، آپ سے زیادہ خلیق، آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگ، آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ کان خلقہ القرآن تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح کہہ سکتے ہیں۔ کان حُبّ محمدٍ و اتباعہ"

اللھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم انّک حمید مجید

نماز میں حضورِ قلب کیسے حاصل ہو

ایک شخص نے سوال کیا کہ جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے حضور قلب حاصل نہیں ہوتا۔ کیا اس صورت میں میری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

فرمایا کہ "انسان کی کوشش سے جو حضورِ قلب حاصل ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ مسلمان وضو کرتا ہے اپنے آپ کو کشاں کشاں مسجد تک لے جاتا ہے۔ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ یہاں تک انسان کی کوشش ہے۔ اس کے بعد حضور قلب کا عطا کرنا خداتعالیٰ کا کام ہے۔ خداتعالیٰ بھی ایک وقت پر اپنی عطا نازل کرتا ہے۔ نماز میں بے حضوری کا علاج بھی نماز ہی ہے۔ نماز پڑھتے جاؤ اس سے سب دروازے رحمت کے کھل جاویں گے۔"

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۷)

پیکرِ صدق و صفا ــــ حافظ معین الدین رضی اللہ عنہ

مبارک وہ جو اب ایمان لایا ؎ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی ؎ فسبحان الذی اخزی الاعادی

ــــ (از ایڈیٹر) ــــ

چودہ پندرہ سال کا سانولے رنگ کا بھرائی ذات کا سر پر برقعہ کی ٹوپی پہنے ایک نابینا لڑکا جسے معین الدین جسے لوگ معنا کہا کرتے تھے قادیان کی گلیوں میں چلا جا رہا تھا کہ اس پر خدا کے بندے حضرت مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کی نظر پڑی۔ یہ واقعہ ۱۸۹۳ء کے قریب کا ہے۔ حضور اسے بلا کر اپنے گھر لے گئے۔ کھانا کھلایا اور فرمایا حافظ تو میرے پاس رہا کر۔ حافظ نے کہا رئیس مغل مجھے کام کاج کے لئے اپنے گھر رکھنا چاہتے ہیں۔ عرض کی میں معذور ہوں مجھ سے کوئی کام تو نہ ہو سکے گا۔ اس پر اس شفقت مجسم نے فرمایا۔ حافظ کام تم نے کیا کرنا ہے۔ اکٹھے نماز پڑھ لیا کریں گے۔ اور تو قرآن شریف یاد کیا کر حافظ معنا کی قسمت جاگ اٹھی۔ اسے اس شخص کی صحبت نصیب ہو گئی جس سے خدا نے اس زمانہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام لینا تھا۔ حافظ صاحب کبھی حضور علیہ السلام کی اقتدا میں نماز پڑھتے اور کبھی حضور اسے امامت کے لئے کہتے۔ یہ امام بنتے جھجکتے تو حضور فرماتے حافظ ڈرا نہ کر۔ اسلام ایسا مذہب ہے کہ اس میں کوئی ذات پات نہیں اور کوئی چھوٹا بڑا نہیں۔

حضرت اقدس کی محبت اور شفقت

حضرت اقدس کی محبت اور شفقت کا حافظ صاحب پر یہ اثر ہوا کہ حافظ ہر وقت حضور کی خدمت میں رہتا وہ پیکر وفا مات گئے تک حضور کو دباتا رہتا اور کبھی اپنے اور کبھی کسی سے یاد کر کے حافظ شیراز کے شعر سناتا۔ جب حضور نے دعوے ماموریت فرمایا تو قادیان کے بیعت کرنے والوں میں سے اس کا دوسرا نمبر تھا۔ جو حضور کی ابتدائی زندگی کا درویش ساتھی تھا۔ اسے حضور اکثر فرماتے۔ حافظ یہ تھوڑے دن ہیں۔ خدا تعالیٰ نے بڑے بڑے ترقیات کے وعدے کئے ہیں۔ اور اس کی طرف سے بڑی بڑی برکتیں آئیں گی۔ حافظ معنا سنتا تو عرض کرتا ۔۔۔ ۔۔۔ برکت

جواب ملی ہے یہ کیا ظلم ہے۔ پھر جب بہت لوگ آئیں گے تو میں کہاں رہوں گا اس پر حضور حافظ کو تسلی دیتے اور فرماتے حافظ تو میرے پاس ہی رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ ان کے ساتھ شفقت کا سلوک فرماتے۔ حافظ صاحب کو دائمی قبض ہوگئی تو حضور نے فرمایا۔ حافظ دودھ پیا کرو اور ایک سیر روزانہ پیا کرو۔ یہ فرمایا اور ساتھ ہی کچھ نقدی حافظ کے ہاتھ میں تھما دی اور فرمایا مجھ سے پیسے لے لیا کرو۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں حضرت صاحب حکم نہ دیتے تو نہ لیتا۔ حضور کے وصال کے بعد حضرت ام المومنین حافظ صاحب کا خیال رکھتیں۔ جب کوئی اچھی چیز پکتی تو انہیں بھجوا دیتیں۔

حافظ معا کا مالی جہاد اور حضرت مسیح موعودؑ سے عشق

حافظ صاحب کی کفالت حضور کے ہی ذمہ تھی لیکن کبھی کبھی احباب بھی ان کی امداد فرماتے تھے لیکن حافظ صاحب کسی سے سوال نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ توت کے پتے کھا کر گزارہ کرتے لیکن کسی سے سوال نہ کرتے۔ حضور اکثر اپنے کھانے سے ان کو دیتے۔ خود روٹی کا چوتھا حصہ حضور کھاتے اور باقی ان کو کھلا دیتے۔ اور حضور کی تربیت اور صحبت کا یہ اثر تھا کہ حافظ صاحب اپنی محدود آمدن سے باقاعدگی کے ساتھ چندہ ادا کرتے اور مخلوق خدا کی مدد کرتے۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ حضور نے فرمایا ہے۔ جو شخص تین ماہ تک چندہ بھجوانے میں لاپرواہی کرے گا اس کا نام سلسلہ بیعت سے کاٹ دیا جائے گا۔ تو ایک کاپی بنوائی جس پر باقاعدہ اپنے چندہ کا اندراج کرواتے۔ جب نیا اندراج کرواتے تو پہلا اندراج دوبارہ پڑھوا کر سنتے۔ اور اس طرح اپنا محاسبہ کرتے رہتے۔ حضور کی خدمت میں جب کبھی کچھ پیش فرماتے تو حضور فرماتے حافظ! تیری ضرورتوں میں کام آئے گا تو رکھ۔ تو حافظ صاحب عرض کرتے مجھے تو کوئی ضرورت نہیں۔ سلسلہ کی کسی ضرورت میں صرف کر دیا جائے۔ حضور کے وصال کے بعد چندہ کے ساتھ حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں کچھ نہ کچھ نذرانہ ضرور پیش کرتے۔ حضور کی زندگی میں اذان یہ دیتے تھے۔ اگر کوئی اور اذان دیتا تو ناراض ہو جاتے ٹھیک وقت پر مسجد میں حاضر ہو جاتے۔ اذان دیتے اور پہلی صف میں حضور کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے۔ اگر کبھی حضور کی طبیعت ناساز ہوتی تو حافظ صاحب سخت بے قرار اور بیتاب ہو جاتے۔ اس پہلو سے انہیں سیدنا بلالؓ سے مشابہت بہت ہے کہ یہ مسیح پاک کے مؤذن تھے۔ حضور کے وصال پر ان کی یہ حالت تھی کہ اول تو ان کو وفات کا یقین ہی نہ آتا تھا۔ جب یقین ہو گیا۔ تو کہتے پھرتے تھے۔ "میں محسوس کرتا ہوں کہ میں آج یتیم ہو گیا ہوں۔ اب آپ [illegible] رہنے کا مزہ نہیں۔ مگر یہ امر اپنے اختیار کا نہیں۔" کیا وہی جذبات کا اظہار نہیں۔ جو حضرت [illegible] کے وصال نبوی پر دیکھنے میں آیا۔

حافظ معینا کی شفقت

اس شفقت مجسم کی صحبت میں رہنے والے حافظ معینا کی شفقت کا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی میر مہدی حسن صاحب کی زبان سے سنیئے۔ اس واقعہ میں نوخیز نسل کے لئے کئی سبق پنہاں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

ایام قیام دارالضعفاء قادیان میں ایک دن میرا ہاتھ خالی تھا۔ کہ ایک ارائیں موضع ننگل (متصل قادیان) سے گاجر بیچنے آیا۔ اور آواز دی۔ میرے بچے لپکے اور کہا گاجریں لے دو۔ میں نے کہا جب اچھی گاجریں آویں گی تو لینگے گاجر فروش بولا کہ میری گاجریں میٹھی ہیں کھا کر دیکھ لو۔ اور دو گاجریں بچوں کے ہاتھ میں دے دیں۔ انہوں نے کہا ابا جی گاجریں میٹھی ہیں لے دو۔ میں نے توکل علی اللہ دو پیسے کی گاجریں لے دیں۔ بچوں نے کھا کر اور مطالبہ کیا۔ میں نے سوچا جہاں سے دو پیسے دیئے جائیں گے وہاں سے دو اور بھی دے دوں گا اس لئے اور دو پیسہ کی گاجریں لے دیں۔ بچے لے کر گھر پہنچے تو ان کی والدہ نے کہلا بھیجا کہ گاجریں شیریں ہیں اور بھیج دو۔ اور یہ اشد ضرورت سمجھ کر لی گئیں اور پیسہ میرے پاس نہ تھا۔

اسی اثناء میں ایک غریب نومسلم نے کہا کہ مجھے بھی دو پیسہ کی گاجریں لے دیں مگر پیسے میرے پاس نہیں ہیں۔ اس کو بھی دو پیسے کی گاجریں لے دیں اور قیمت اپنے ذمہ ڈال لی۔ جب بائع نے قیمت طلب کی تو میں نے اس سے کہا کہ تم قادیان میں گاجریں فروخت کرلو۔ واپسی پر ہم پیسے دے دیں گے۔ اس نے نہایت اضطراب سے کہا کہ میں نے قادیان سے اشیاء خریدنی ہیں۔ مجھے ابھی دو آنے دے دو۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوئی۔ اور اپنا ایک بچہ ایک معمار کے پاس بھیجا جو کہ دارالضعفاء کی مسجد پر کام کرتا تھا کہ دو آنہ دے دو۔ ہم تم کو کل دے دیں گے۔ میاں نبی بخش سیالکوٹی نے بلا تامل دو آنہ حوالے کئے اور گاجر فروش لے کر چلا گیا۔

بچوں نے سارا دن انہی گاجروں پر بسر کیا۔ جب وہ روٹی مانگتے۔ میں ان کے پیٹ کا حال پوچھتا۔ وہ کہتے کہ کسی قدر درد ہے۔ میں اس پر کہتا کہ جب تک پیٹ صاف نہ ہو لے کھانا مناسب نہیں۔ یہاں تک کہ شام کو بھی انہیں یہی جواب دے کر سلا دیا گیا۔ اور خود بھی نماز عشاء پڑھ کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ بیوی بھی خاموش ہو کر پڑی رہی۔ اتنے میں دروازہ کھٹکنے کی آواز آئی۔ میں نے بیوی سے کہا لو وہ فرشتہ آیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اب تمہارے لئے خدا نے کچھ کھانے کا سامان بھیجا ہے۔ دروازہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ حافظ معین الدین صاحب تشریف لائے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اس وقت کیوں تکلیف فرمائی؟ فرمایا میں نماز عشاء پڑھ کر سونے لگا تھا کہ یکایک میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ فلاں کا حال پوچھنا چاہیئے اس لئے آیا ہوں۔ میں نے ان کو بعزت و احترام لا کر بٹھایا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس کچھ روٹیاں آئی تھیں۔ میں نے کہا کہ میرے پاس رکھی ہوئی صبح تک خراب ہو جائیں گی اس لئے تمہارے پاس لایا ہوں۔

تمہارے بچے کھالیں گے۔ میں نے کہا بچے تو آرام سے پڑ کر سو رہے ہیں۔ آپ نے اس وقت بڑی تکلیف اٹھائی تو فرمایا اچھا مرغے کھالیں گے۔ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کا بھیجا ہوا رزق آیا ہے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ حافظ نے آٹھ روٹیاں عنایت کیں۔ اس کے بعد ایک روپیہ نکال کر آپ نے میری طرف کیا اور کہا کہ یہ پیسے بھی لے لو۔ میں نے بہت زور سے منع کیا۔ کہ آپ نابینا ہیں ہم کو آپ کی خدمت کرنی چاہیئے۔ اس سے معاف فرمایا جائے تو آپ نے اسی قدر اصرار سے کہا منظور کرلو۔ اب رد کرنا اچھا نہیں۔ میں نے اس کو بھی خدا کی امداد سمجھ کر رکھ لیا۔ اور آئندہ سے حافظ صاحب کو روکا کہ ایسا نہ کیا کریں۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ جو مجھ سے کراتا ہے وہ کرتا ہوں آپ کیوں منع کرتے ہیں۔ میرا سب کام اللہ تعالےٰ کی رضا کے واسطے ہے۔

جانوروں پر شفقت۔

شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم حافظ صاحب کی شفقت کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔

ان کی قربانی اور ایثار بنی نوع انسان تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ جانوروں تک بھی اس کو وسیع کرتے تھے جس مکان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں پہلے نہایت خستہ حالت میں ایک کھنڈر سا پڑا ہوا تھا (یہ قادیان کا تذکرہ ہو رہا ہے) اس کے ایک حصہ میں ایک مرتبہ کتیا نے بچے دیئے ہوئے تھے اور بارش کے ایام تھے۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ حافظ صاحب گرتے پڑتے نہایت تکلیف سے ادھر کو جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا حافظ صاحب کدھر کو جا رہے ہو تو جواب میں اپنی عادت کے مطابق پوچھا کہ کون شیخ صاحب ہیں۔ پھر السلام علیکم کے بعد کہا کہ بھائی ایک کتی نے بچے دیئے ہوئے ہیں۔ میرے پاس روٹی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا جھڑی کے دن ہیں اس کو میں ڈال دوں۔

مجھے شرم دلانے کے لئے یہ الفاظ کافی سے زیادہ اثر رکھتے تھے۔ نابینا آدمی ہے راستہ خراب ہے۔ کیچڑ ہے۔ بچوں والی کتی ہے۔ جو بچوں کی حفاظت کے جذبہ سے دیوانہ سی ہوتی ہے۔ مگر یہ مرد خدا اس کے بچوں کی بھلائی کے جذبہ سے متحرک ہوکر اپنی روٹی اس کو دینے جا رہا ہے۔ ہم میں کتنے ہیں جو اپنے بھوکے بھائی کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ یہ حس یہ جذبہ حافظ صاحب کہاں سے آئی۔

شیخ صاحب کے سوال کا یہی جواب ہے اللہ کی تقدیر تھی کہ حافظ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت نصیب ہوئی۔ اس صحبت نے حافظ صاحب کو کندن بنا دیا۔ اس کا بھائی بھاگا قادیان میں تندرست۔ یہ بیمار بیٹھا رہا کوٹ سے آیا۔ مسیح پاک کی صحبت جن کو نصیب ہوئی وہ آسمان احمدیت کا تارہ بن گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالات اسلام میں ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے والے جن خوش نصیبوں کا ذکر کیا ہے۔ حافظ صاحب کا نام ان میں سے ۱۲۰ ویں نمبر پر ہے

سچ ہے خدا کے بندوں کی نظر کیمیا ہوتی ہے۔ وہ مشتِ خاک پر پڑ جاتی ہے تو اسے کندن بنا دیتی ہے۔ حافظ معین الدین رضی اللہ عنہ کو وہ نظرِ اکسیر لگ گئی۔

بے باک مبلغ

شیخ یعقوب علی صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد لیٹا ہوا تھا کہ مجھے سورۂ ق کی تلاوت کی آواز سنائی دی۔ توجہ کی تو آواز بھی حافظ معنا کی تھی۔ میں نے پتہ کیا تو میرے مکان کے پاس مرزا امام دین اور مرزا نظام دین کے کارندے ماکو اور ناکو کا مکان تھا۔ مرزا صاحب کے کارندے ہونے کی وجہ سے ان کے مزاج میں ایک قسم کی حکومت اور بڑائی کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں ان کی طبیعتوں میں سختی آ گئی تھی۔ حافظ صاحب ان کی ڈیوڑھی میں سب افرادِ خانہ کو اکٹھا کر کے تبلیغ کر رہے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے منکروں کا حال بتا رہے تھے۔ عذابِ جہنم کا ذکر کیا۔ موت کا یقین دلایا۔ وعظ کا رنگ ایسا تھا کہ پتھر کا دل بھی موم کر دے۔ جب وعظ کر کے باہر نکلے تو شیخ صاحب کے دریافت کرنے پر بتلایا کہ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو کوئی وعظ نہیں کرتا لوگ ان سے ڈرتے ہیں تو میں نے کہا میں ان کو تبلیغ کروں گا۔ اگرچہ گالیاں بھی دے لیں گے تو میرا کیا بگڑتا ہے۔ حق تو پہنچ جائے گا۔ میرے ذمہ تو جواب نہ رہے گا کہ تو نے کیوں نہیں پہنچایا۔ پھر کہا ان کے سوا دو اور آدمی ہیں ان کو بھی وعظ کرنا ہے۔ ایک میراں بخش حجام ہے۔ وہ اپنے آپ کو تمام دنیا کا عقلمند سمجھتا ہے۔ اور کسی کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ بڑے آدمیوں سے اس کا تعلق ہے اور ایک اور ہے مگر وہ مرد نہیں۔ شیخ صاحب نے اصرار سے پوچھا وہ کون ہے تو جواب دیا۔ تائی صاحبہ ہیں۔ ان کو بھی ضرور میں نے وعظ کرنا ہے۔ ان کی طبیعت بھی سخت ہے۔ چونکہ ہمیشہ انہوں نے حکومت کی ہے اس لئے وہ کسی کی بات نہیں مانتیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں۔ حافظ صاحب کی یہ تبلیغ کیسا رنگ لائی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے بعد ان لوگوں کی حالت میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور اس گھر میں بعض عورتیں مرد احمدی ہیں اور حضرت تائی صاحبہ قبلہ بھی سلسلہ میں داخل ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو پورا کرنے والی ہوئیں جو "تائی آئی" کے الفاظ میں ہوا تھا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں میں نے حافظ صاحب سے پوچھا میاں ماکو اور ناکو کے مکان میں کیسے آئے۔ تو حافظ صاحب نے کہا۔ میں نے آج ان کو کہا تھا کہ ایک بہت ضروری کام ہے۔ میں رات کو آؤں گا اور آ گیا۔ سب کو اکٹھا کر کے کہا کہ ایک بات تم کو سنانی ہے۔ تم سن لو۔ جب انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے تو میں نے وعظ شروع کر دیا۔ اور پھر سب خاموش ہو کر سنتے رہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو مامور فرما کر بھیجتا ہے تو وہ خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ وہ خدا کے فرستادہ ہوتے ہیں جس سے دنیا میں ایک حشر برپا ہوتا ہے۔ امام رازی نے ایک نکتہ بیان فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں تین قسم کے انسان ہوتے

ہیں۔ ایک وہ جن کی قوتِ نظری اور عملی دونوں ناقص ہیں۔ یہ عوام الناس ہیں۔ دوسرے وہ جن کی اپنی کامل لیکن وہ لوگوں کو کامل نہیں کر سکتے۔ یہ اولیاء اور صلحاء ہیں۔ تیسرے وہ جن کی اپنی کامل اور وہ لوگوں کی یہ دونوں قوتیں کامل کرتے ہیں۔ یہ مامورین ہوتے ہیں۔ ان کے آنے کے ساتھ حقیقی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ مامورین کے انصار و اعوان کا بھی خدا انتخاب فرماتا ہے۔ مسیح پاک کو الہام ہوا تھا ینصرک رجالٌ نوحی الیہم من السماء۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے۔ جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ حافظ معین یقیناً ان خوش قسمت افراد میں سے تھے جنہیں خدا نے مسیح پاک کی رفاقت کے لئے چنا۔ بارش ہو یا آندھی۔ بیمار ہوں یا تندرست۔ حافظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ اور اس سے کبھی غافل نہ ہوتے۔ بعض اوقات ساری ساری رات حضور کو دباتے رہتے۔ کبھی اپنے پنجابی شعر سناتے کبھی ہدایت اللہ کی کافیاں سناتے اور کبھی حافظ کے اشعار یاد کر کے سناتے۔ اور محبت اور سرور سے فرماتے ہیں جب پڑھتا ہوں تو حضرت صاحب خوش ہوتے ہیں۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی حضور کیا سنتے ہیں۔ حافظ صاحب سونے ہی نہیں دیتے۔ نہ یہ کوئی خوش آواز ہیں۔ سب کو تکلیف ہوتی ہے۔ آپ کس طرح سنتے ہیں حضور نے مسکرا کر منشی صاحب کو فرمایا۔ مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہے کہ یہ کیا سناتے ہیں۔ اور نہ میں اس خیال سے سنتا ہوں کہ یہ کوئی خوش آواز ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میرے دماغ میں اسلام کی حالت اور عیسائیوں کے حملوں کو دیکھ کر جوش اٹھتا ہے۔ اور بعض اوقات مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ دماغ پھٹ جائے گا۔ چونکہ حافظ صاحب بڑے اخلاص سے کمر دبانے کے لئے آجاتے ہیں۔ میں نے توجہ کو بدلنے کے لئے ان کو کہہ دیا کہ کوئی شعر یاد ہو تو سناؤ۔ اب یہ بیچارہ نہایت اخلاص سے سناتا ہے۔ اور میں ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ میرا خیال ادھر متوجہ ہو اور وہ ہجوم افکار جو دماغ میں موجودہ حالت کو دیکھ کر ہوتا ہے تھوڑی دیر کے لئے کم ہو جائے۔ مگر وہ ہوتے ہیں نہیں آتا۔ اور مجھے بھی پتہ نہیں لگتا کہ کیا کہتے ہیں۔ اگر آپ کو ناپسند ہو تو ان کو منع کر دیا جائے۔

اللہ! اللہ!! ہر صحابی اس شمع رخِ انور کا پروانہ تھا۔ اگر کوئی ظاہری آنکھ نہ رکھتا تھا تو دل بینا پایا تھا۔ یہ ہر ایک کا اپنا رنگ تھا۔ لیکن رنگ عشق و وفا کا تھا۔ کیسے کیسے پھول دہلی کھلے تھے جن کی مہک سے گلشن احمدیت مہک اٹھا تھا اور آج بھی اس کی عطر بیز ہوائیں متاع ایمان کو معطر کر رہی ہیں۔

ہمارا دائمی اور بے نظیر نظامِ خلافت

مکرم مولانا محمد منور صاحب سابق مبلغ مشرقی افریقہ

خلافتِ راشدہ کا احیاء

اسلام کو دوسرے مذاہب پر جہاں یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں نبوتِ محمدی کا فیضان تا قیامت جاری ہے وہاں اسے یہ بھی فوقیت حاصل ہے کہ اس میں انوارِ محمدیہ کو منعکس کرنے اور ممتد کرنے کے لئے خلافتِ حقہ کا نظام بھی پایا جاتا ہے۔ بے شک اسلام کے دورِ اول میں خلافتِ راشدہ محدود عرصہ تک چلی تاہم وہ اپنے ان مٹ نقوش مسلمانوں کے ذہنوں پر چھوڑ گئی۔ اور مسلمان جب بھی مذہبی۔ روحانی۔ اخلاقی اور دنیوی ترقی کے بارے میں سوچتے ہیں تو ان کے دل و دماغ خلافتِ راشدہ کے احیاء کی طرف زور سے مائل ہو جاتے ہیں مگر اپنے عزائم میں ناکامی اور نظامِ خلافت کے دوبارہ قیام کے راستہ میں دشواری دیکھ کر بعض اوقات وہ عارضی طور پر غیر اسلامی طریقوں کو اپنا لیتے ہیں مگر ان کے ذہن ہمیشہ ہی نظامِ خلافت کی برتری کے قائل رہے ہیں اور اس قسم کے نظام کے سوا ان کے قلوب کسی اور چیز سے مطمئن نہیں ہوتے۔

ابوبکر و عمر کا کردار

آج ساری اسلامی دنیا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے انسان امتِ مسلمہ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا عظیم الشان فضل ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کو پیدا کر کے صحابہ کے مثیل پیدا کرنے کا انتظام فرما دیا ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ ابوبکر و عمر تو خود پیدا نہیں ہو گئے تھے۔ نہ وہ ماں کے پیٹ سے ایسے پیدا ہوئے بلکہ انہیں یہ شرف النبی الامی کی شاگردی کے طفیل حاصل ہوا تھا اور انہوں نے اپنے وقت میں ایک نئی دنیا پیدا کی۔ اور دنیا کو ایک نئے نظام سے آشنا کیا۔ گویا وہ زمانہ کی پیداوار ہونے کی بجائے زمانہ کے موجد اور مؤسس تھے۔ اور انہوں نے اپنے محیر العقول کارناموں سے ثابت کر دیا کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے وہ تمام انسانی قابلیتیں نشو و نما پا کر اپنے انتہائی کمال کو پہنچ سکتی ہیں جن کے ذریعہ سے ایک نئی دنیا

کی تخلیق کی جا سکتی ہے۔

آنحضرتؐ کا فیضان

خدا تعالےٰ کا مسلمانوں پر یہ بھی ایک عظیم احسان ہے کہ اس نے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ کہلوا دیا کہ آپؐ کا بروزِ کامل اور حقیقی جانشین جس نے دنیا میں آ کر لوگوں کو ضلالت وگمراہی سے بچانا تھا۔ عرب نہیں ہوگا بلکہ فارسی الاصل ہوگا اور یہ اس امر کا بیّن ثبوت تھا کہ اسلام کا خدا ربّ العالمین نے کوئی خاص نسل یا قوم ربانی فیوض کے حصول کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ دروازہ ساری اقوام اور نسلوں کے لئے وا کر دیا گیا ہے۔ جو بھی نقشِ محمدی اپنے قلب پر ثبت کر کے آگے بڑھے گا۔ خدائے بلند و برتر اسے ختم نبوت کے فیوض سے مالا مال کر دے گا۔ اور اس کی استعداد کے مطابق اس سے خلافت و امامت کا کام لے گا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اب یہ انعام امتِ محمدیہ ہی سے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ جیسا کہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات کے لفظ منکم سے ظاہر ہے۔ جو شخص بھی منکم کی حد سے تجاوز کرتا اور امتِ محمدیہ سے الگ ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کی کوشش کرے گا اس کی کوشش بے نتیجہ ہوگی۔

آج بھی جاں نثار پیدا ہو سکتے ہیں۔

جس وقت مسلمانوں میں برائے نام خلیفۃ المسلمین کہلانے والا وجود بھی باقی نہ رہا تو امّتِ محمدیہ کے ایک حصہ میں اللہ تعالےٰ نے خلافتِ راشدہ جیسا ایک نظام خود قائم فرما دیا۔ اس نظام کے سربراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند اور شاگردِ کامل کے شاگرد تھے۔ اور انہوں نے اپنے محیر العقول کارناموں سے ثابت کر دیا۔ کہ اس الحاد اور مادہ پرستی کے دور میں بھی اسلام کے لئے جاں نثاروں اور سرفروشوں کی ایک جماعت پیدا کی جا سکتی ہے۔ جو برضا و رغبت شریعتِ محمدی پر نہ صرف خود قائم ہو بلکہ اپنے اخلاص۔ اپنی قربانی اور اپنے عملی نمونہ سے دیگر اقوام کے افراد کو بھی دلی رغبت اور بشاشت سے قرآنی ہدایت پر گامزن کرنے کی اہلیت رکھتی ہو۔ مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔ گزشتہ پون صدی میں خلافتِ حقہ احمدیہ کے طوعی نظام کے ماتحت دنیا کی بہت سی اقوام میں روحانی انقلاب اسلام کے حق میں پیدا ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ آہستہ آہستہ وسیع ہو رہا ہے۔

جماعت احمدیہ کی ترقی کا اعجاز

خلافتِ راشدہ کے ماتحت جو ترقی اب تک ہوئی ہے بعض لوگوں کی نظر میں معجزہ سے کم نہیں۔ ایسے لوگ جماعت

کے افراد کی بظاہر کمزوری اور مخالف قوتوں کی عظیم مادی طاقت کا جیب مقابلہ کرتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت نے ابھی تک اس نئے روحانی تنظام کی وہ قدر نہیں کی جو کرنی چاہیئے تھی۔ تو وہ حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ اور کھلے الفاظ میں جماعت کے نظام کی تعریف کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس رفتار ترقی سے ہرگز مطمئن نہیں ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اسلام کے دورِ اول میں خلافتِ راشدہ کے ماتحت مسلمان دیکھتے ہی دیکھتے ساری معلومہ دنیا پر غالب آ گئے تھے۔ مگر اب پون صدی ہونے کو ہے اور جماعت کو کسی ایک جزیرہ میں بھی مادی حکومت حاصل نہیں ہوئی۔ ان کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ نظام خلافت پہلے نظام خلافت سے مختلف بلکہ متضاد ہے۔ ورنہ ترقی کی رفتار اتنی دھیمی کیوں ہے۔

مختلف حالات

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ دورِ اول کے حالات دورِ ثانی کے حالات سے مختلف ہیں۔ اسلام کے آغاز میں ارضِ حجاز میں کوئی مضبوط اور متمدن حکومت موجود نہیں تھی۔ اسلام کے پیغام کو قبول کرنے والے ایک مذہبی جماعت کے علاوہ ایک متحدہ سیاسی قوت بھی بنتے گئے۔ جس نے اللہ تعالےٰ کی نصرت و تائید سے عرب قبائل کی انفرادی یا متحدہ قوت کو پاش پاش کر دیا اور جب بظاہر مضبوط اور متمدن حکومتوں نے خلافت راشدہ کی مضبوط چٹان سے اپنا سر ٹکرایا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ آخری دَور کی خلافت راشدہ کی بنیاد اس سے بالکل مختلف ماحول میں رکھی گئی ہے۔ اب ساری دنیا میں منظم حکومتیں موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی حکومت بھی نظام خلافت سے آمادۂ پیکار نہیں جماعت احمدیہ کی طاقت سارے براعظموں میں اس طرح منتشر ہے کہ کسی حکومت کے لئے بھی اس سے خائف ہونے کی بظاہر کوئی وجہ موجود نہیں۔

دائمی خلافت۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ پہلی خلافتِ راشدہ کے لئے قلیل عرصہ مقدر تھا۔ اور موجودہ خلافت دائمی ہے پہلی خلافت کے لئے ازبس ضروری تھا کہ وہ کم از کم عرصہ میں اپنا تسلط قائم کر کے دنیا کے لئے ایک قابل عمل نقشہ اور پروگرام اپنے پیچھے چھوڑ جائے۔ موجودہ خلافت کے لئے اس کے برعکس یہ لازمی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ممالک میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرے۔ اور ساری دنیا میں مخلصین کے ایسے مراکز قائم کر دکھائے۔ جو اپنے اپنے علاقہ میں خلافت کے دست و بازو ثابت ہوں۔ اور اگر کسی ایک جگہ میں خدانخواستہ کمزوری پیدا ہو یا حالات ناسازگار بنا دیئے جائیں تو دوسر [illegible]

مضبوطی سے تھامے رہیں۔ چونکہ اسوۂ رسولؐ اور سیرتِ صحابہ کے نقوش موجود ہیں اور نظامِ خلافت کو عالمگیر سطح پر تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اس لئے رفتار کی بظاہر کمی کوئی خراب نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔ اگر معترضین کوئی ایسا نظام دکھا سکیں جو ان کے نزدیک خلافتِ راشدہ کے اجزاء عناصر سے ترکیب پانے کے بعد ہماری نسبت بہت تیز رفتار سے آگے بڑھ رہا ہو۔ تو ان کے اعتراض کی معقولیت میں شک نہیں ہو سکتا۔ لیکن محروم اور اکیلے کھڑے ہو کر یہ شور مچانا کہ ترقی بہت سست رفتار سے ہو رہی ہے لغو اور بے معنی فعل ہے۔ اگر معترضین کے پاس کوئی ایسا نظام موجود نہیں اور ہماری رفتار انہیں سست نظر آتی ہے۔ تو اس کا علاج صرف یہ ہے کہ وہ مخالفت ترک کر کے اس نظامِ خلافت کی گاڑی کو دھکیلنے کے لئے ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ رفتار خود بخود بڑھ جائیگی اور اگر وہ کسی اور نظام کی تشکیل کے لئے کوشش کریں تو انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم ان سے آج بھی پون صدی آگے ہیں ؏

اپنے دور کا بہترین راہ نما

ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اس آخری دور کے نظامِ خلافت کا ہر سربراہ اپنے وقت کا بہترین راہ نما ہوتا ہے۔ خلافتِ اولیٰ کے مختصر دور میں جماعت کو اندرونی طور پر شاندار روحانی تربیت دی گئی حتیٰ کہ جب جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ تو جماعت کی عظیم اکثریت نے خلافت کے نظام سے وابستہ رہنے کا اعلان کیا۔ اور اس کے علاوہ ہر قسم کے نظام کو رد کر دیا۔ خلافتِ ثانیہ کا طویل دور اندرونی اور بیرونی طور پر جماعت کے قدموں کو مضبوط کر گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ عظیم دور مکمل ہوا۔ تو جماعت تنظیم۔ اتحاد۔ اور قربانی کے لحاظ سے اتنی پختہ ہو چکی تھی کہ وہ بڑی سے بڑی مشکل اور روک کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے قربانی اور ترقی کے میدان میں آگے سے آگے بڑھتی گئی۔ مالی قربانی کے میدان میں اس نے یہ ریکارڈ قائم کیا کہ جس قدر اس سے مطالبہ کیا جائے اس سے کئی گنا زیادہ وہ اپنے امام کے قدموں میں خوشی خوشی لا کر ڈھیر کر دیتی ہے۔

خلافت کا موجودہ دور

خلافت کا موجودہ دور پہلے ادوار سے بھی زیادہ روشن اور خوش آئند نظر آتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح عمارت کی دوسری منزل پہلی سے ارفع و اعلیٰ دکھائی دیتی ہے۔ اور تیسری منزل دوسری سے بلند تر اور حسین نظر آتی ہے۔ اس میں شک ہی کیا ہے کہ خلافتِ احمدیہ کا ہر آنے والا دور پہلے دور سے بڑھ کر ہوگا۔ جس طرح ایک فرد اگر صراطِ مستقیم پر چل رہا ہو تو اس کا ہر قدم پہلے قدم سے زیادہ شاندار ہوتا ہے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی خلافت کا ہر اگلا دور

پہلے دور سے نمایاں طور پر ممتاز ہونا چاہیئے۔ اس کا وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ میں دیا گیا ہے۔ اس میں افراد کی فضیلت و برتری کا سوال نہیں ہوتا بلکہ خلیفہ برحق چونکہ اپنی جماعت کا ایک فرد ہے اور جماعت مجموعی لحاظ سے ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ اس لئے بعد میں آنے والا دور مجموعی لحاظ سے پہلے ادوار سے اعلےٰ نظر آتا ہے۔

خلافتِ ثانیہ کا معرکۃ الآرا دور

ہم نے خلافتِ ثانیہ کا معرکۃ الآرا دور دیکھا ہے اور یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پاک مصلح موعود کے وقت میں پیدا کیا اور ان کی بیعت کی توفیق بخشی۔ اس دور میں حالات اتنے پُرآشوب تھے۔ اور مخالفت اتنی شدید تھی کہ جماعت کو ہر وقت مناظرات و مباحثات میں الجھے رہنے کی وجہ سے اپنا بہت سا وقت عزیز دفاعی کوششوں میں صرف کرنا پڑا۔ بہت سا مال بھی معاندین اور معترضین کے جوابات شائع کرنے میں خرچ ہوا۔ اخلاقی لحاظ سے بھی جماعت کا ایک حصہ اس صورتِ حال سے متاثر ہوا۔ ہر وقت کے بحث مباحثہ کی وجہ سے بعض افراد کے لئے تنقید اور جرح قدح گویا طبیعت ثانیہ بن گئی۔ جس کا اثر باہمی معاملات پر پڑا۔ اور جماعت کو جس قدر توجہ اپنے اخلاق فاضلہ کی استواری کی طرف دینی چاہیئے تھی نہ دے سکی۔

خلافتِ ثالثہ کا بابرکت دور

خلافتِ ثالثہ کے عہد میں حالات میں تبدیلی پیدا ہوئی اور اس تبدیلی کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے ہمیں جو روحانی قائد عطا فرمایا تھا اپنی منزل کو پا گیا۔ اور اس نے ساری جماعت کا رُخ ایسی چابکدستی سے اس منزل کی طرف پورے طور پر موڑ دیا کہ معاندین کی مداخلت کی وجہ سے جو کمزوری نظر آ رہی تھی اس کا علاج میسر آ گیا۔ ہمارے موجودہ امام نے بڑے حکیمانہ انداز میں جماعت کو اپنی ذمہ واری کی طرف توجہ دلائی۔ اور سمجھایا کہ مخالف سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ایذا دہی پر صبر و استقلال کا مظاہرہ اور مثبت نیکیوں میں قدم آگے بڑھانا اس کی کوششوں کو بے کار بنا دے گا۔ جماعت کو بتایا گیا کہ دشمن کو کشتی میں پچھاڑ کر بھی نام پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اور لمبی دوڑ میں اسے شکست دے کر بھی اس کی کمزوری کو طشت از بام کیا جا سکتا ہے۔ اب مناظرہ و مباحثہ ترک کر کے دشمن کو خدمتِ اسلام اور خدمتِ خلق کے میدان مقابلہ میں گھسیٹ کر لایا جا رہا ہے۔ اس طرح دونوں مسلمان کہلانے والے فریق اپنے اپنے رنگ میں کچھ نہ کچھ نیکی اور خدمت کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ یہ حربہ بہت کارگر ثابت ہوا ہے۔ جماعت مثبت نیکیوں کے میدان میں بہت آگے نکل گئی ہے۔ اپنے اخلاق کی تعمیر کا اسے خاطر خواہ موقع مل گیا ہے۔ اور دشمن جسے کیچڑ اچھالنے اور گالیاں

دینے کی عادت پڑ چکی تھی۔ اب یکطرفہ کارروائی کی وجہ سے ننگا ہو گیا ہے۔ حکومت اور عوام پر واضح ہو گیا ہے کہ ہمارا مخالف ہی ظلم اور فتنہ پرور ہے۔ کیونکہ ہماری طرف سے گالی کا جواب نہ ملنے کے باوجود وہ الزام تراشی اور بدزبانی پر قائم ہے۔ شرفاء اس سے متاثر ہوتے اور ہمارے جذبۂ صبر اور خدمتِ خلق کی تعریف کرتے ہیں۔ اور دل ہی دل میں مخالفین کی مذمت کرتے۔ اور ہمارے سامنے ان سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ کی تقدیر پوری ہوگی۔

سوال صرف شرفاء یا حکومت کا نہیں۔ اصل میں احکم الحاکمین تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جب خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ ایک شخص بدزبانی کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور دوسرا صبر سے کام لے رہا ہے۔ تو وہ اپنے فرشتوں کو دادرسی کا حکم دیتا ہے۔ اور مخالف کا آنِ واحد میں قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابل پر مظلوم اپنے صبر اور نیکیوں کی جزا پاتا ہے۔ اور اپنے پیدا کرنے والے کے اور بھی زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اپنے محبوب امام کی اقتداء میں جماعت احمدیہ نے اس طریق کو اختیار کر کے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اس کی ترقی اور قربانی کا معیار بلند ہو گیا ہے۔ منزلِ مقصود تک پہنچنے کا صحیح راستہ بھی یہی ہے کہ جماعت نیکی۔ قربانی اور خدمتِ خلق میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اور مخالفین سے سوائے اشد ضرورت کے نہ الجھے۔ کیونکہ شیطان کا کام فتنہ وفساد پیدا کرنا ہے۔ اور جب ہم عارضی طور پر جھگڑے میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ تو شیطان اسے اپنی کامیابی تصور کرتا ہے۔ مذہبی جھگڑے اور مناظرات کسی وقت بھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھے گئے۔ اب ان سے کلی طور پر اجتناب کا وقت آگیا ہے۔ اور جماعت تعمیری کاموں کی طرف پوری طرح متوجہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی نصرت بھی اب جلد نازل ہوگی۔ اور نظام خلافت مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔ خدائی وعدوں کے مطابق دورِ آخر کا نظام خلافت دائمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی ایسے افراد پیدا کرتا چلا جائے گا۔ جو اس نظام کے دست وبازو بنیں گے۔ اور اس کے استحکام اور دوام کا باعث بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"تم اپنے سارے ہی قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو۔ جو جو کمی کسی قوت میں ہو اُسے اس پان والے کی طرح جو گندے پان تلاش کر کے پھینک دیتا ہے۔ اپنی گندی عادات کو نکال پھینکو اور سارے اعضاء کی اصلاح کر لو۔ یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔" (ملفوظات جلد ہفتم ص۱۲۸)

ایڈیٹر کے نام خط

مخلصانہ جذبات

مکرم ومحترم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے ماہنامہ انصار اللہ اپریل ۱۹۷۴ء میں فرمایا ہے۔ "نام کی لاج رکھنا"۔ لہٰذا عرض ہے۔

"نام کی لاج رکھنا" نے جو نکا دیا ؛ وقت آنے تو دو، دیکھو ہوتا ہے کیا
انشاء اللہ ہم جان اور مال سے ؛ فرض اپنا بخوبی کریں گے ادا
سِن ترسٹھ (۶۳) برس کا اگر ہے تو کیا
نحن انصار، انصار، انصار اللہ

طالب دعا۔ سرفراز علی لالہ رُخ واہ کینٹ

ایک روایت

مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب جو ہماری مقامی جماعت بھیرہ کے مخلص بزرگ ہیں روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد محترم حضرت قریشی غلام حسین صاحب رضی اللہ عنہ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی اور بفضل الٰہی ولی اللہ تھے۔ ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بعض بزرگ صحابہ دریا پر تشریف لے گئے ہیں اور ایک کشتی پر سوار ہو کر دریا سے پار جانے لگے۔ تو قریشی صاحب نے حضور کی جدائی کے احساس سے مضطرب انداز میں عرض کی کہ حضور اب ہم کیا کریں گے تو حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا۔ تمہارے پاس میاں محمود کو چھوڑے جا رہا ہوں۔

قریشی عبدالرحمٰن صاحب مذکور سے ایک اور روایت ہے کہ ابتدائے ۱۹۱۴ء میں ایک دفعہ جماعت پیغام لاہور کے چند دوست ایک وفد کی صورت میں حضرت قریشی غلام حسین صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور استفسار کیا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ آپ نے بلا تامل فرمایا کہ میں تو صاحبزادہ محمود احمد صاحب میں بھی نبوت کے آثار پاتا ہوں۔ اس پر وہ لوگ مایوسانہ انداز میں ناراضگی کے اظہار کے ساتھ رخصت ہوئے۔

فضل الرحمٰن بسمل امیر جماعت احمدیہ بھیرہ

سہ ماہی اوّل میں سو فیصد سالانہ بجٹ پورا کرنیوالی

مجالس انصار اللہ

ذیل میں ان مجالس انصار اللہ کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے سہ ماہی اوّل میں اپنا سالانہ بجٹ پورا کر دیا ہے۔ ان سب کے نام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں دُعا کے لئے پیش کئے گئے۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور تحریر فرمایا کہ

اللہ تعالےٰ احسن جزا دے۔ (آمین)

سو ان احباب کو مبارک ہو اللہ تعالےٰ انہیں آئندہ بھی اپنے محبوب امام کی دعا سے بہرہ ور فرمائے

ملک محمد عبد اللہ قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

نام ضلع	نام مجلس	نام ضلع	نام مجلس
کراچی	(۱) مارٹن روڈ (۲) ناظم آباد	گجرات	معین الدین پور
لاہور	(۱) اسلامیہ پارک (۲) کماس	مظفر گڑھ	(۱) چوک اعظم (۲) چک ۲۲۶ T.D.A
لائلپور	(۱) چک ۸۹ ج ب رتن (۲) چک ۱۱۶ ج ب سوڈھی	میرپور	(۱) شریف آباد (۲) چک ۲۷ الف کاچیلو
	(۳) چک ۲۴۲ ج ب (۴) چک ۲۷۵ گ ب کوٹ غلام محمد	خاص	(۳) اسلام پور بھٹیاں (۴) نور نگر فارم
	(۵) چک ۲۳۱ ر ب رام پور جو ملہ (۶) چک	نواب شاہ	(۱) باندھی (۲) قاضی احمد
	۲۰۶ کھیم سنگھ والا	لاڑکانہ	وارہ
ساہیوال	(۱) حویلی لکھا (۲) قبولہ	حیدر آباد	بلڑی شاہ کریم
ملتان	چک ۱۶۴؛ شتاب گڑھ	خیرپور میرس	(۱) گوٹھ علی محمد
سیالکوٹ	پنڈی بھاگو	باغ آزاد کشمیر	(۱) باغ
شیخوپورہ	سچا سودا		

دیانت ۔ محنت ۔ علم

مسیح پاک نے فرمایا :-

''جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے ۔ اور وہ صفتیں یہ ہیں ۔ دیانت ۔ محنت ۔ علم جب تک یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا ۔ اگر کوئی شخص دیانت دار اور محنتی بھی ہو ۔ لیکن جس کام میں اس لگایا گیا ہے اس فن کے مطابق علم اور ہنر نہیں رکھتا تو وہ اپنے کام کو کس طرح پورا کر سکے گا ۔ اور اگر علم رکھتا ہے ، محنت بھی کرتا ہے دیانتدار نہیں تو ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں ۔ اور اگر علم و ہنر بھی رکھتا ہے اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانتدار بھی ہے مگر محنت نہیں کرتا تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہے گا ۔ غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے '' ۔

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۳۵۴)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہؤا ۔